(جلد ۲۰)

مسائل الشریعہ ترجمہ وسائل الشیعہ

تالیف

محدث، متبحر، محقق علامہ الشیخ محمد بن الحسن الحر العاملی قدس سرہ

ترجمہ و تحشیہ

فقیہ اہل بیتؑ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی پاکستان

ناشر

مکتبۃ السبطین - سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِاَهْلِهٖ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰی اَهْلِهَا

عرضِ مترجم عفی عنہ

اصل کتاب وسائل الشیعہ موجودہ تقطیع کے مطابق اُنیسویں (۱۹) جلد پر کتاب الدیات کے ختم ہونے پر ختم ہوگئی ہے۔ اور اس کا ترجمہ بھی اختتام پذیر ہوگیا ہے۔ (وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ)

اس کے بعد موجودہ بیسویں (۲۰) جلد میں حضرت مؤلف علام اعلیٰ اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان نے خاتمۃ الکتاب کے عنوان سے بارہ عدد فوائد دعوائد تحریر فرمائے ہیں جن میں سے:

پہلا فائدہ

جس میں کتب اربعہ کے مصنفین یعنی حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ، حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتابوں میں جو حدیثیں بلا اسناد درج کی ہیں۔ ان کے ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین تک ان کے اسناد درج کیے ہیں تاکہ وہ احادیث مسند (اور مستند) ہو جائیں۔ مثلاً: (۱) حضرت رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فقیہ من لایحضرہ الفقیہ میں جو احادیث کسی سند کے بغیر درج کی ہیں اور کتاب کے آخر میں ان کے اسناد کا تذکرہ فرمایا ہے ان کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً وہ فرماتے ہیں:

(۱) کہ اس کتاب میں میں نے جو جو حدیثیں جناب ابان بن تغلب سے نقل کی ہیں ان کا سلسلۂ سند یوں ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد علی بن الحسین بن بابویہؒ سے اور انہوں نے سعد بن عبداللہ سے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے اور انہوں نے ابوایوب سے اور انہوں نے ابو صاحب الکلا سے اور انہوں نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ ان کی کنیت ابوسعید ہے اور وہ کوفہ کے رہنے والے اور بنی کندہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بڑے ثقہ راوی ہیں انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی میں وفات پائی۔

(۲) اور میں نے جو روایات ابان بن عثمان سے نقل کی ہیں ان کا سلسلۂ سند یوں ہے کہ میں نے جناب محمد بن الحسنؒ سے اور انہوں نے جناب محمد بن الحسن الصفار سے، اور انہوں نے یعقوب بن یزید اور ایوب بن نوح سے اور ابراہیم

بن ہاشم اور محمد بن عبد الجبار سے اور ان سب نے محمد بن ابی عمیر اور صفوان بن یحییٰ سے اور انہوں نے ابان بن عثمان الاحمر سے روایت کی ہیں (اور وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں)۔ اسی طرح حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تین سو ترانوے (۳۹۳) طرق واسناد اور حضرات کا تذکرہ کیا ہے جن سے انہوں نے اپنی کتاب الفقیہ اور دوسری کتابوں میں روایات لی ہیں اور یہ سلسلۂ جلیلہ ایک سو تینتیس (۱۳۳) صفحات پر پھیلا ہوا ہے جسے ہم نے بنظر اختصار نظر انداز کر دیا ہے۔ کیونکہ اردو دان طبقہ کو ان کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اور عربی دان حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کر کے اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

دوسرا فائدہ

اس دوسرے فائدہ میں مصنف علام نے اپنے ان طرق واسانید کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کو شیخ الطائفہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی دونوں جلیل القدر کتابوں (۱) تہذیب الاحکام، اور (۲) الاستبصار میں حذف کر دیا تھا اور آخر میں تذکرہ فرمایا تھا تاکہ وہ احادیث مرسل ہونے سے نکل جائیں اور مسانید کے سلسلہ میں درج ہو جائیں مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو حدیثیں حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ سے روایت کی ہیں ان کا سلسلۂ سند حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ تک یوں ہے۔ جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ سے اور جناب ابو القاسم جعفر بن قولویہ سے اور وہ حضرت شیخ ابو جعفر کلینی علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ پورے بتیس (۳۲) عدد صفحات پر پھیلا ہوا ہے جسے ہم نے نظر انداز کر کے ان چند سطور پر اکتفا کی ہے۔

تیسرا فائدہ

اس تیسرے فائدہ میں ثقۃ الاسلام حضرت شیخ ابو جعفر کلینی علیہ الرحمہ کے ان طرق واسانید کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ حضرت شیخ موصوف کا عام طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ ایک حدیث کا پورا سلسلۂ سند ذکر کرتے ہیں اور پھر دوسری حدیث کے اسناد کے سلسلہ میں پہلی حدیث کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے ایک گروہ نے فلاں وفلاں سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اب اس گروہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں قدرے ابہام ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ضروری ہوتی ہے مثلاً علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ الرجال میں سرکار کلینیؒ سے نقل کیا ہے کہ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے ایک گروہ نے احمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے تو اس گروہ سے ان کی مراد محمد بن یحییٰ، محمد بن موسیٰ کمیندانی، داؤد بن کورہ، احمد بن ادریس اور علی بن ابراہیم قمی ہوتے ہیں۔ اور جہاں یہ مذکور ہو کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ نے احمد بن محمد بن خالد برقی سے نقل کیا ہے تو وہاں اس گروہ سے علی بن ابراہیم قمی، علی بن محمد بن عبداللہ بن اُذینہ، احمد بن عبداللہ اپنے والد سے اور علی بن

الحسن مراد ہوتے ہیں۔ و هکذا۔

نیز اس سلسلہ میں حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فرمایا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ "قال علیہ السلام" تو اس قائل سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوتے ہیں۔ اور جب صرف ابوجعفر کہا جائے تو اس سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اور جب ابوجعفر ثانی کہا جائے تو اس سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اور جب ابوعبداللہ بولا جائے تو اس سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ اور جب علی الاطلاق ابوالحسن کہا جائے تو اس سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اسی طرح جب ابوابراہیم کہا جائے یا صرف العالم یا الفقیہ یا الشیخ یا الرجل بولا جائے تو ان سب الفاظ سے یہی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اور جب ابوجعفر ثانی کہا جائے تو اس سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ اور جب ابوالحسن الثانی کہا جائے تو اس سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ اور جب ابوالحسن الثالث کہا جائے تو اس سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام مراد ہوتے ہیں اور جب العسکری بولا جائے تو اس سے اکثر و بیشتر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام مراد ہوتے ہیں ہاں البتہ کبھی کبھار اس سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام بھی مراد ہوتے ہیں اور جب ابومحمد کہا جائے تو اس سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔

چوتھا فائدہ

ان قابل اعتماد و اعتبار کتابوں کا تذکرہ جن سے میں نے اس کتاب (وسائل الشیعہ) میں حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے مؤلفین نے ان کی صحت کی گواہی دی ہے، قرائن بھی ان کے ثابت ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ان کتابوں کی ان کے مؤلفین تک نسبت بھی تواتر سے صحیح و ثابت ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور وہ معتمد کتابیں یہ ہیں:

(۱) الکافی جو کہ شیخ جلیل ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲) من لایحضرہ الفقیہ جو کہ شیخ ثقہ رئیس المحدثین محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۳) تہذیب الاحکام جو کہ رئیس الطائفہ شیخ ثقہ جلیل محمد بن الحسن الطوسی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۴) الاستبصار جو کہ شیخ موصوف کی تالیف منیف ہے۔

(۵) کتاب عیون الاخبار، (۶) معانی الاخبار، (۷) اکمال الدین و اتمام النعمۃ، (۸) کتاب الآمالی، (۹) کتاب الخصال، (۱۰) ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، (۱۱) کتاب التوحید، (۱۲) کتاب علل الشرائع، (۱۳) کتاب

صفات الشیعہ، (۱۴) کتاب فضل الشیعہ، (۱۵) کتاب الاخوان، (۱۶) کتاب المقنع، (۱۷) کتاب المحاسن و الاخبار یہ سب کتابیں حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیفات میں سے ہیں۔

(۱۸) امالی حضرت شیخ طوسی قدس سرہ کے فرزند ارجمند جناب شیخ ابوعلی حسن بن محمد قدس سرہ کی تالیف ہے۔

(۱۹) کتاب المحاسن جو کہ ثقہ جلیل شیخ احمد بن ابوعبداللہ محمد بن خالد البرقی علیہ الرحمہ کی تالیف گرامی ہے۔

(۲۰) کتاب بصائر الدرجات جو کہ شیخ ثقہ محمد بن الحسن الصفار قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۱) کتاب مختصر البصائر جو کہ ثقہ جلیل شیخ سعد بن عبداللہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۲) رسالہ المحکم والمتشابہ جو کہ جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۳) رسالۃ القبلہ جو کہ جناب فضل بن شاذان قدس سرہ کی تالیف منیف ہے جس کا پورا نام یہ ہے: ازاحۃ العلۃ فی معرفۃ القبلہ۔

(۲۴) کتاب علی بن جعفرؑ جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند ارجمند جناب علی کی تالیف منیف ہے۔

(۲۵) کتاب قرب الاسناد جو کہ شیخ ثقہ معتمد عبداللہ بن جعفر حمیری قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۶) کتاب عدۃ الداعی جو کہ جناب شیخ ثقہ احمد بن فہد حلی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۷) کتاب الزہد شیخ ثقۃ جلیل حسین بن سعید اہوازی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۲۸) کتاب الکفایہ جو کہ شیخ ثقہ جناب علی بن محمد خزاز قمی کی تالیف منیف ہے جو کہ ائمہ کے نصوص امامت وخلافت پر مشتمل ہے۔

(۲۹) کتاب نہج البلاغہ جو کہ سید جلیل جناب سید رضی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۳۰) کتاب مجازات نبویہ یہ کتاب بھی جناب موصوف کی تالیف ہے۔

(۳۱) کتاب الاحتجاج جو کہ شیخ جلیل احمد بن علی بن ابیطالب طبرسی کی تالیف منیف ہے۔

(۳۲) کتاب مجمع البیان جو کہ حضرت امین الاسلام شیخ ثقہ ابوعلی فضل بن الحسن الطبرسی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۳۳) اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ، (۳۴) کتاب صحیفۃ الرضا یہ دونوں کتابیں بھی شیخ موصوف کی تالیف ہیں۔

(۳۵) کتاب مکارم الاخلاق جو کہ امین الاسلام کے فرزند ارجمند شیخ حسن بن فضل کی تالیف منیف ہے۔

(۳۶) کتاب تحف العقول عن آل الرسول جو کہ شیخ ثقہ حسن بن علی بن شعبہ کی تالیف ومنیف ہے۔

(۳۷) بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ شیخ جلیل محمد بن ابوالقاسم طبری کی تالیف منیف ہے۔

(۳۸) کتاب الخرائج والجرائح جو کہ شیخ جلیل سعید بن ھبۃ اللہ راوندی کی تالیف منیف ہے۔

(۳۹) کتاب قصص الانبیاء جو کہ شیخ موصوف کی تالیف ہے۔

(۴۰) کتاب سلیم بن قیس ہلالی۔

(۴۱) کتاب المزار موسوم بہ کامل الزیارۃ جو کہ شیخ جلیل ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۴۲) کتاب الغیبۃ جو کہ شیخ ثقہ محمد بن ابراہیم نعمانی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۴۳) کتاب تفسیر القرآن جو کہ جناب شیخ محمد بن مسعود عیاشی کی تالیف منیف ہے جس کا صرف پہلا حصہ دستیاب ہوا ہے جو پندرہ پاروں پر مشتمل ہے۔

(۴۴) کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جو کہ شیخ جلیل علی بن عیسیٰ بن ابوالفتح اربلی قدس سرہ کی تالیف منیف ہے۔

(۴۵) کتاب تفسیر علی بن ابراہیم قمی،

(۴۶) کتاب طب الائمہ جو کہ جناب حسین بن بسطام بن سابور اور ان کے بھائی عبداللہ کی تالیف منیف ہے۔

(۴۷) کتاب الارشاد جو کہ جناب حسن بن محمد دیلمی کی تالیف ہے۔

(۴۸) کتاب الارشاد جو کہ حضرت شیخ مفید قدس سرہٗ کی تالیف منیف ہے۔

(۴۹) کتاب المجالس،

(۵۰) کتاب المقنعہ،

(۵۱) کتاب مسار الشیعہ،

(۵۲) کتاب الاختصاص، یہ کتابیں بھی انہی بزرگوار کی تالیف منیف ہیں۔

(۵۳) کتاب المعتبر محقق حلی جناب شیخ جعفر بن الحسن بن سعید کی تالیف ہے۔

(۵۴) تفسیر (منسوب) بہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تالیف منیف ہے۔

(۵۵) کتاب روضۃ الواعظین جو جناب شیخ محمد بن احمد بن علی فتال نیشاپوری کی تالیف منیف ہے۔

(۵۶) کتاب فرحۃ الغری جو جناب سید غیاث الدین بن عبدالکریم بن احمد بن موسیٰ بن طاؤس کی تالیف ہے۔

(۵۷) کتاب الرجال جو کہ ثقہ جلیل محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی کی تالیف ہے۔

(۵۸) کتاب الرجال جو کہ ثقہ معتمد احمد بن محمد بن علی بن احمد نجاشی کی تالیف ہے۔

(۵۹) کتاب المصباح جو کہ شیخ صالح ابراہیم بن علی کفعمی عاملی کی تالیف ہے۔

(۶۰) کتاب الاربعین جو کہ جناب شہید اول کی تالیف ہے۔

(۶۱) کتاب الذکری یہ کتاب بھی شہید موصوف کی تالیف ہے۔

(۶۲) کتاب النھایہ یہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی تالیف ہے۔

(۶۳) کتاب (مجموعہ) جناب شیخ ورّام بن ابی فراس کی تالیف ہے۔

(۶۴) امان الاخطار جناب سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤوس کی تالیف ہے۔

(۶۵) کتاب الملہوف علی قتلی الطفوف یہ کتاب بھی جناب موصوف کی تالیف منیف ہے۔

(۶۶) کتاب غیاث الوریٰ،

(۶۷) کتاب محاسبۃ النفس،

(۶۸) کتاب الدروع الواقیہ،

(۶۹) کتاب کشف المحجہ لثمرۃ المھجہ،

(۷۰) کتاب فتح الابواب،

(۷۱) کتاب الاستخارات،

(۷۲) کتاب الطرف،

(۷۳) کتاب الاقبال،

(۷۴) کتاب مصباح الزائر، یہ سب کتابیں بھی حضرت سید ابن طاؤوس کی تالیفات منیفہ ہیں۔

(۷۵) کتاب کنز الفوائد جناب شیخ محمد علی بن عثمان کراجکی کی تالیف منیف ہے۔

(۷۶) کتاب السرائر جو کہ شیخ جلیل محمد بن ادریس حلی کی تالیف منیف ہے۔

(۷۷) کتاب الغیبۃ جو کہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی تالیف ہے۔

(۷۸) کتاب مصباح المتہجد،

(۷۹) کتاب مختصر المصباح یہ دونوں کتابیں بھی انہی شیخ جلیل کی تالیف ہیں۔

(۸۰) کتاب تفسیر فرات بن ابراہیم کرخی۔

(۸۱) کتاب الغارات جو کہ جناب ابراہیم بن محمد بن سعید ثقفی کی تالیف ہے۔

(۸۲) کتاب نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ۔

مؤلف علام فرماتے ہیں کہ ان کتب کے علاوہ بھی بعض کتابیں ہیں جن کا میں نے اپنی اپنی جگہ تذکرہ کیا ہے جن سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ اور ایسی معتبر کتابیں بھی ہیں جو مجھ تک نہیں پہنچی ہیں اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

اور بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جن میں یا جن کے مؤلفین میں ضعف پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان کا میں نے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اور بعض ایسی معتمد علیہ کتابیں بھی ہیں جو براہ راست مجھ تک نہیں پہنچی ہیں مگر میں نے بالواسطہ ان سے نقل کیا ہے یعنی ان سے حضرت شیخ صدوق، حضرت شیخ طوسی، جناب محقق حلی، جناب ابن ادریس حلی، جناب شہید، جناب علامہ جناب سید ابن طاؤس و امثالھم نے نقل کیا ہے۔ اور میں نے ان کے توسط سے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسے معاویہ بن عمار کی کتاب، موسیٰ بن بکیر کی کتاب، نوادر بزنطی، جامع بزنطی، کتاب ابان بن تغلب، کتاب ابان بن عثمان، کتاب جمیل ابن دراج، کتاب ابو عبداللہ سیاری، کتاب مشاغل الرجال، کتاب حریز بن عبداللہ، حسن بن محبوب کی کتاب المشیخہ، محمد بن علی بن محبوب کی نوادر المصنفین، کتاب عبداللہ بن بکیر، کتاب روایۃ ابو القاسم بن قولویہ، صفوانی کی کتاب انس العالم، کتاب عبید اللہ حلبی، حسین بن سعید کی کتاب الصلوٰۃ، کتاب علی بن مہزیار، کتاب نوادر الحکمۃ، محمد بن احمد بن یحییٰ، کتاب النوادر ابراہیم بن ہاشم، کتاب الرحمہ سعد بن عبداللہ، انہی کی کتاب الدعا، کتاب اسحاق بن عمار، کتاب ہشام بن سالم، اور کتاب علی بن جعفر، کتاب الرسائل کلینی، کتاب عبداللہ حماد الانصاری، کتاب المنسک حسین بن ابو الحسن علوی کوکبی، کتاب محمد بن ابی عمیر، کتاب علی بن اسماعیل میثمی، کتاب حسن بن سعید، کتاب عبداللہ بن سنان، کتاب المسائل علی بن یقطین، کتاب حماد بن عثمان، کتاب محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری، کتاب صفوان بن یحییٰ، کتاب علا بن رزین، کتاب یونس بن عبد الرحمٰن، کتاب الدلائل عبداللہ بن جعفر حمیری، کتاب مدینۃ العلم صدوق، انہی کی کتاب عرض المجالس اور کتاب النبوۃ، نیز انہی کی کتاب اخبار فاطمہ، کتاب تفسیر النعمانی، کتاب اللباس عیاشی، کتاب یعقوب بن یزید، کتاب الرجال ابن عقدہ، کتاب الحسنیٰ جعفر بن محمد دوریسی، کتاب تفسیر عیاشی نصف اول، کتاب ابراہیم بن ابو رافع، کتاب الصیام ابن فضال، کتاب محمد بن قرۃ، کتاب التحفہ، کتاب عمل شہر رمضان، کتاب کنز الیواقیت ابو الفضل محمد، کتاب محمد بن علی طرازی، کتاب ہارون بن موسیٰ تلعکبری، کتاب عبداللہ بن مغیرہ، کتاب جامع محمد بن الحسن بن ولید، کتاب الدعا محمد بن الحسن الصفار، کتاب الحکم بن مسکین، کتاب حدائق الریاض شیخ مفید، کتاب روضۃ العابدین کراجکی، کتاب عمار بن موسیٰ الساباطی، کتاب فضل بن شاذان، کتاب ابراہیم بن محمد اشعری، کتاب تاریخ نیشاپور، کتاب جعفر بن احمد قمی، کتاب جعفر بن سلیمان، کتاب علی بن عبد الواحد، کتاب شاذان بن خلیل، کتاب الصیام ابن رباح، کتاب حلال وحرام ابراہیم بن محمد ثقفی، کتاب فضل الکوفۃ محمد بن علی علوی، کتاب تحفۃ المؤمن، کتاب محمد بن علی بن فضل، انہی کی کتاب المزار، کتاب الانوار، کتاب المزار محمد بن المشہدی، کتاب المزار محمد بن ہمام، کتاب المبعث علی بن ابراہیم بن ہاشم، کتاب الولایہ ابن عقدہ، کتاب عوارف المعارف، کتاب السعادات، کتاب عمل ذی الحجہ حسن بن اسماعیل بن اشناس، کتاب الامالی یحییٰ بن الحسن بن ہارون الحسینی، کتاب مسعدہ بن زیاد، کتاب التبیان فی تفسیر القرآن شیخ طوسی، کتاب فیما نزل من القرآن فی النبی والائمۃ،

کتاب مناسک الزیارات شیخ مفید، کتاب النوادر احمد بن محمد بن داؤد، کتاب المزار محمد بن احمد بن داؤد وغیرہ وغیرہ۔

باقی رہیں وہ کتابیں جن سے ان متقدمین علماء اعلام نے نقل تو کیا ہے مگر ان کے ناموں کی صراحت نہیں کی وہ بہت زیادہ ہیں۔

جو کتب رجال میں مذکور ہیں جن کی تعداد چھ ہزار چھ سو سے بھی زیادہ ہیں۔

پانچواں فائدہ

ان طرق کا تذکرہ جن سے ہم مذکورہ بالا کتابیں ان کے مصنفین و مؤلفین سے نقل کرتے ہیں اگرچہ ان کتابوں کا ان مصنفین و مؤلفین کی تالیف ہونا کسی ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بالتواتر ثابت ہے مگر ہم محض تبرک و تیمن کی خاطر ایسا کر رہے ہیں تاکہ یہ سلسلۂ جلیلہ ارباب عصمت و طہارت علیہم السلام سے متصل ہو جائے۔ ورنہ ان کتابوں کے مطالب پر عمل کرنا اس پر موقوف نہیں ہے۔

(۱) چنانچہ ہم مذکورہ بالا کتابیں علماء کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں منجملہ ان کے ایک شیخ جلیل ابوعبداللہ حسین بن حسن بن یونس بن ظہیر الدین عاملی ہیں جنہوں نے مجھے سب سے پہلے ۱۰۵۱ھ میں اجازہ مرحمت فرمایا۔ اور وہ شیخ فاضل نجیب الدین علی بن محمد بن مکی عاملی سے، اور وہ شیخ کامل بہاء الدین محمد بن الحسین بن عبد الصمد عاملی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ حضرت شہید ثانی زین الدین علی بن احمد عاملی سے،

(۲) نیز ہم ان کتب کی روایت شیخ اجل شیخ زین الدین بن شیخ محمد بن شیخ حسن بن شیخ زین الدین عاملی معروف بہ شہید ثانی سے اور وہ حضرت شیخ بہائی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ شہید ثانی سے،

(۳) نیز ہم ان کتابوں کو اپنے شیخ زین الدین سے اور وہ مولانا محمد امین استر آبادی سے اور وہ جناب سید محمد بن علی بن الحسن الحسنی الحسینی العاملی سے اور وہ حضرت شہید ثانی سے (یہاں اور بھی چند طرق کا تذکرہ کیا گیا ہے)۔

(۴) نیز ہم ان کتابوں کو شیخ اجل و اکمل مولانا محمد باقر بن افضل و اکمل مولانا محمد تقی مجلسی سے اور یہ آخری بزرگوار ہیں جنہوں نے مجھے اجازہ دیا اور میں نے ان کو دیا۔ اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ اپنے شیخ مولانا حسن علی تستری سے اور مولانائے جلیل میرزا رفیع الدین محمد النائینی سے اور فاضل صالح شریف الدین محمد رویدسی سے اور یہ سب جناب شیخ اجل اکمل بہاء الدین محمد عاملی سے اور وہ اپنے والد ماجد حسین بن عبد الصمد عاملی سے اور وہ حضرت شہید ثانی سے۔ مؤلف علام نے یہاں حضرت علامہ مجلسی کے توسط سے چند اور طرق کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(۵) منجملہ ان کے ایک طریق یہ بھی ہے۔ علامہ مجلسیؒ سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ قاضی ابوالشرف اصفہانی

سے اور وہ شیخ عبداللہ بن شیخ جابر عاملی سے اور وہ مولانا درویش محمد بن الحسن العاملی سے اور حضرت شیخ نورالدین علی بن عبدالعالی کرکی سے۔

(۶) جناب شہید ثانی سے اور وہ اپنے شیخ فاضل علی بن عبدالعالی عاملی سے وہ شیخ شمس الدین محمد بن داؤد عاملی جزینی سے اور وہ شیخ ضیاء الدین علی بن محمد شہید الاول سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ شیخ فخر الدین محمد ابن شیخ علامہ جمال الدین حسن بن یوسف بن مطہر حلی سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے شیخ محقق نجم الدین ابو القاسم جعفر بن حسن بن سعید حلی سے اور وہ سید جلیل شمس الدین فخار بن معد موسوی سے اور وہ شیخ فقیہ ابوالفضل شاذان بن جبرئیل قمی سے اور وہ شیخ عمادالدین محمد بن ابوالقاسم الطبری سے اور وہ شیخ ابوعلی حسن بن شیخ جلیل شیخ طی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے۔ (یہاں مؤلف علام نے چند اور طرق کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کو بنظر اختصار ہم نظرانداز کر رہے ہیں۔ بعدازاں سرکار موصوف نے بعض کتابوں کا نام بنام تذکرہ کیا ہے اور ان طرق کا بھی جن سے وہ ان کتابوں کو ان کے مؤلفین سے روایت کرتے ہیں)۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱) ہم کتاب کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنا عشر جو کہ شیخ جلیل علی بن محمد خزاز قمی کی تالیف ہے مذکورہ اسناد سے علامہ حلی سے اور وہ سید جلیل رضی الدین علی بن موسیٰ بن طاؤس حسینی سے اور وہ شیخ تاج الدین حسن بن سندی اور وہ جناب ابن شہریار سے اور وہ اپنے چچا بزرگوار خازن بن شہریار سے اور وہ ابوالطیب طاہر بن جرجانی سے اور وہ جناب علی بن محمد نیشاپوری سے اور وہ جناب شیخ زاہد علی بن محمد بن ابوالحسن بن عبدالصمد قمی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ علی بن محمد بن علی خزاز مصنف سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) اور ہم کتاب عدۃ الداعی کو جو کہ شیخ احمد بن فہد حلی کی تالیف ہے مذکورہ بالا اسناد سے جناب شیخ علی بن عبدالعالی عاملی سے اور وہ شیخ بزرگوار علی بن ھلال جزائری سے اور وہ جناب ابن فہد حلی مؤلف سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) اور ہم رسالہ محکم ومتشابہ کو جو کہ جناب سید مرتضیٰ (علم الہدیٰ) کی تصنیف ہے سابقہ اسناد کے ساتھ جناب شیخ ابوجعفر طوسی سے اور وہ جناب سید مرتضیٰ علی بن الحسین موسوی سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) اور ہم جناب سید ابن طاؤس کی مؤلفات کو سابقہ سند کے ساتھ حضرت علامہ حلی سے اور وہ جناب مؤلف موصوف سے روایت کرتے ہیں۔

(۵) اور ہم کتاب مجموعہ ورام ابن ابی فراس کو مذکورہ بالا اسناد سے جناب شہید اول محمد بن مکی عاملی سے اور

جناب سید شمس الدین محمد بن ابو المعالی سے اور وہ شیخ کمال الدین علی بن حماد واسطی سے اور وہ شیخ نجم الدین جعفر بن نما سے اور وہ شیخ نجیب الدین محمد بن جعفر بن نما سے اور وہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر مشہدی سے اور وہ شیخ زاہد ابوالحسن ورّام بن ابوفراس سے روایت کرتے ہیں۔

(۶) اور ہم کتاب کنز الفوائد جو کہ جناب شیخ محمد بن علی کراجکی کی تالیف ہے سابقہ سند سے علامہ حلی سے اور وہ جناب سید احمد بن یوسف عریضی سے اور وہ محمد بن محمد بن علی حمدانی سے اور وہ شیخ منتجب الدین علی بن عبیداللہ بن الحسن بن الحسین بن بابویہ سے اور وہ اپنے اب و جد سے اور وہ جناب کراجکی مؤلف سے روایت کرتے ہیں۔

(۷) اور ہم کتاب روضۃ الواعظین کو جو کہ شیخ علی بن فتال نیشاپوری کی تالیف ہے سابقہ سند کے ساتھ شیخ منتجب الدین سے اور وہ قابل وثوق ایک جماعت سے اور وہ جناب فتال سے روایت کرتے ہیں۔

(۸) اور ہم کتاب نہج البلاغہ اور کتاب مجازات نبویہ کو سابقہ اسناد کے ساتھ جناب شاذان بن جبرئیل قمی سے اور وہ جناب احمد بن محمد موسوی سے اور وہ ابن قدامہ سے اور وہ جناب سید رضی سے روایت کرتے ہیں نیز سابقہ اسناد کے ساتھ جناب محمد بن علی بن آشوب سے اور وہ ابوالصمصام ذوالفقار بن معبد حسینی سے اور وہ محمد بن علی صلوانی سے اور وہ جناب سید رضی محمد بن الحسین موسوی سے روایت کرتے ہیں۔

(۹) ہم کتاب احتجاج طبرسی کو سابقہ اسناد کے ساتھ جناب محمد بن علی بن شہر اشوب مازندرانی سے اور وہ شیخ جلیل احمد بن علی بن ابیطالب طبرسی سے روایت کرتے ہیں

(۱۰) ہم کتاب مجمع البیان اور کتاب اعلام الوریٰ کو جو کہ جناب شیخ ابوعلی طبرسی کی تالیف ہیں سابقہ اسناد سے اور وہ جناب محمد بن علی بن آشوب سے۔ نیز سابقہ اسناد سے جناب علامہ حلی سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ شیخ مہذب الدین حسین بن ردّہ سے اور وہ جناب حسن بن ابوالفضل بن حسن طبرسی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں

(۱۱) ہم کتاب مکارم الاخلاق کو جو کہ شیخ حسن بن ابوعلی طبرسی کی تالیف ہے مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ مؤلف علام سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۲) ہم کتاب السرائر کو جو کہ جناب شیخ ابن ادریس حلی کی تصنیف ہے سابقہ اسناد کے ساتھ جناب سید فخار بن معد موسوی سے اور وہ جناب شیخ محمد بن ادریس حلی سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۳) ہم کتاب خرائج و جرائح اور قصص الانبیاء جو کہ جناب شیخ سعید بن ھبۃ اللہ راوندی کی تالیف ہیں۔ سابقہ اسناد سے علامہ حسن بن مطہر حلی سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور وہ جناب شیخ مہذب الدین حسین بن ردّہ سے اور وہ قاضی احمد بن علی بن عبدالجبار الطبرسی سے اور وہ جناب شیخ سعید بن ھبۃ اللہ راوندی مؤلف سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۴) ہم کتاب کشف الغمہ کو جو جناب علی بن عیسیٰ اربلی کی تالیف ہے۔ سابقہ اسناد کے ساتھ جناب علامہ حلی سے اور وہ مؤلف کتاب سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۵) ہم کتاب الغیبۃ کو جو کہ شیخ نعمانی کی تالیف ہے باسناد سابق جناب علامہ سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ جناب سید احمد بن یوسف بن احمد عریضی حسینی سے اور وہ جناب محمد بن محمد صمدانی سے اور وہ جناب سید فضل اللہ بن علی الحسنی سے اور وہ جناب عمار ابوالصمصام ذی الفقار بن معبد حسینی سے اور وہ احمد بن علی بن ابوالعباس نجاشی سے اور وہ ابوالحسین محمد بن علی شجاعی سے اور وہ جناب ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۶) ہم کتاب رجال کشی کو سابقہ اسناد کے ساتھ جناب شیخ طوسی سے اور وہ ایک جماعت سے اور وہ ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے اور وہ جناب محمد بن عبدالعزیز کشی مصنف سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۷) ہم کتاب طب الائمۃ کو سابقہ اسناد سے جناب نجاشی سے اور وہ جناب ابوعبداللہ بن عیاش سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ جناب حسین بن بسطام اور وہ جناب عبداللہ بن بسطام سے اس کتاب کی روایت کرتے ہیں۔

(۱۸) ہم کتاب فرحۃ الغریٰ کو سابقہ اسناد کے ساتھ جناب علامہ حلی سے اور وہ جناب سید غیاث الدین عبد الکریم بن احمد بن طاؤس (مؤلف کتاب) سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۹) ہم کتاب صحیفۃ الرضا کو سابقہ اسناد کے ساتھ شیخ اجل طبرسی سے اور وہ جناب ابوالفتح عبداللہ بن عبد الکریم بن ھوازن قشیری سے اور وہ علی بن محمد زوزنی سے اور وہ احمد بن محمد بن ہارون زوزنی سے اور وہ محمد بن عبداللہ بن محمد سے اور وہ عبداللہ بن احمد بن عامر طائی سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اور وہ اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۰) ہم تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ کو سابقہ اسناد سے جناب شیخ ابوجعفر طوسی سے اور وہ جناب شیخ مفید سے وہ جناب شیخ صدوق سے اور وہ محمد بن قاسم مفسر استرآبادی سے اور وہ یوسف بن محمد بن

زیاد سے اور وہ علی بن محمد صیاد سے روایت کرتے ہیں اور جناب شیخ صدوق و جناب شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ یہ آخری دو راوی شیعہ امامیہ سے تھے۔ مؤلف علام فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اس تفسیر کے علاوہ ہے جس کے راوی سہل دیباجی اور ان کے والد ہیں۔ جو اس سند میں مذکور نہیں ہیں۔ اور اس کتاب پر بعض علماء نے طعن و تشنیع کی ہے۔ اور اس میں کئی منکر حدیثیں مذکور ہیں جن سے یہ تفسیر محفوظ ہے۔

(۲۱) ہم کتاب سُلیم بن قیس ہلالی کو سابقہ اسناد سے نجاشی تک اور پھر وہ علی بن احمد قمی سے اور وہ محمد بن حسن بن ولید سے وہ محمد بن ابو القاسم ماجلویہ سے اور وہ محمد بن علی صیرفی سے اور وہ حماد بن عیسیٰ اور عثمان بن عیسیٰ سے اور وہ ابراہیم بن عمر یمانی سے اور وہ سُلیم بن قیس ہلالی سے اس کتاب کی روایت کرتے ہیں اور ہم باقی کتابوں کو (جو وسائل الشیعہ میں مذکور ہیں) اپنے مخصوص طرق و انحاء اور اسناد سے اپنے مشائخ عظام سے روایت کرتے ہیں جو اجازہ جات میں مذکور ہیں جزاهم الله عنا و عن الاسلام خیراً۔

چھٹا فائدہ

یہاں ہم اپنے بہت سے علمائے اعلام کی اس شہادت و گواہی کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے ان کتابوں کی صحت کی گواہی دی ہے اور یہ کہ ان کتابوں کا ان کے مصنفین و مؤلفین کی تصنیف و تالیف ہونا تواتر سے ثابت ہے۔

(۱) چنانچہ رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کی ابتداء میں فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ الشریف نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اس کے لئے فقہ اور حلال و حرام کے مسائل پر مشتمل ایک جامع اور مکمل کتاب لکھوں جس کی طرف وہ اور دوسرے لوگ ضرورت کے وقت رجوع کر سکیں اور اس پر اعتماد کر سکیں۔ چنانچہ میں نے موصوف کو اس کا اہل سمجھتے ہوئے لبیک کہی اور اسانید کو حذف کرکے اور میں نے عام مصنفین کے طریقۂ کار سے ہٹ کر جو تمام مرویات (رطب و یابس) کو جمع کر دیتے ہیں میں نے اس کتاب میں صرف وہ حدیثیں درج کی ہیں جن کو میں صحیح سمجھتا ہوں اور اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان حجت جانتا ہوں۔ اور اس کتاب میں جو کچھ درج ہے وہ کتب مشہورہ و معتمدہ سے ماخوذ ہے جیسے کتاب حریز بن عبداللہ سجستانی، کتاب عبداللہ بن علی حلبی، کتاب علی بن مہزیار اہوازی، کتاب حسین بن سعید، کتاب نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ......... کتاب المحاسن برقی، وغیرہ وغیرہ۔ اور اپنی مقدرت کے مطابق میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کتاب کی تالیف میں پوری جدوجہد کی ہے۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی

یہ عبارت اس بات پر صریحی دلالت کرتی ہے کہ ان کی اس کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ اور جن کتابوں سے انہوں نے یہ کتاب مرتب کی ہے وہ بھی صحیح ہیں۔

(۲) اور حضرت شیخ جلیل ثقۃ الاسلام کلینی علیہ الرحمہ اپنی کتاب کافی کے آغاز میں رقمطراز ہیں: اے برادر! تو نے اہل زمانہ کی جہالت کا جو شکوہ کیا ہے اور یہ کہ کئی دینی معاملات تجھ پر مشتبہ ہوگئے ہیں جن کی حقیقت تک تمہاری رسائی نہیں ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے اور تمہارے پاس ایسا کوئی اہل علم بھی نہیں ہے۔ جس کی طرف رجوع کرکے تم اپنی تسلی کرا سکو۔ میں نے اسے سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا تم چاہتے ہو کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو دین کے تمام جہات کا احاطہ کرتی ہو۔ جس کی طرف عالم اور متعلم رجوع کرکے اعتقاد رکھ سکے اور عمل کر سکے اور وہ ہو بھی ان آثار واخبار صحیحہ سے جو ائمہ اطہار علیہم السلام سے ثابت ہیں جن پر عمل کرکے خدا کے فرائض اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنن پر عمل کیا جا سکے۔ اور دینی بھائی اس سے استفادہ کر سکیں۔ الحمد للہ کہ خدا نے مجھے ایسی جامع اور کافی اور شافی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی توقع کے عین مطابق ہوگی۔ کیونکہ میں نے اظہار حق وحقیقت اور نصیحت کا حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے مجھے امید ہے کہ رہتی دنیا تک یہ کتاب برادران ایمانی کی راہنمائی کرتی رہے گی۔ اور جو لوگ اس پر عمل درآمد کریں گے میں بھی ان کے ساتھ اجر وثواب میں شریک رہوں گا۔

حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ کا یہ کلام حق ترجمان اس بات پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ان کی کتاب کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ اور انہوں نے یہ کتاب سائل کے تحیّر و پریشانی کے ازالہ کے لئے لکھی ہے نہ کہ غث وثمین درج کرکے اس میں اضافہ کرنے کے لئے۔ **کما لا یخفیٰ۔**

(۳) حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب عدۃ الاصول اور الاستبصار میں طویل کلام پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب وعلماء کی کتابوں کی احادیث تین قسم پر مشتمل ہیں: (۱) متواتر، (۲) محفوف بقرینہ جس سے یقین ہو جائے کہ وہ معصوم کا کلام ہے، (۳) وہ جو نہ پہلی قسم میں داخل ہے اور نہ دوسری میں۔ مگر قرائن دلالت کرتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اس تیسری قسم کی پھر کئی قسمیں ہیں الخ۔۔۔۔۔ اور میں نے اپنی کتابوں (تہذیب الاحکام اور الاستبصار) وغیرہ میں جو احادیث درج کی ہیں وہ ان چار قسموں سے باہر نہیں ہیں۔ نیز آپ نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس پر وہ عمل کرتے ہیں وہ اصول معتبرہ اور کتب معتمدہ سے ماخوذ ہے۔

(۴) جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مشرق الشمسین میں متاخرین کی اصطلاح کے مطابق حدیث کے چار اقسام

مشہورہ (صحیح وحسن وغیرہ) بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ اصطلاح ہمارے متقدمین میں معروف نہ تھی۔ بلکہ ان کی اصطلاح میں صحیح ہر اس حدیث کو کہا جاتا تھا (جس کے ساتھ راویوں سے قطع نظر) ایسے قرائن موجود ہوتے تھے جو ان کے اس حدیث پر اعتماد کرنے کا موجب ہوتے تھے اور وہ اس پر وثوق کرتے تھے جیسے اس حدیث کا اصول اربعمأۃ (اصحاب ائمہ کی تالیف کردہ چار سو کتابوں) میں پایا جانا، یا اس کا ایک یا دو اصلوں میں مختلف طریقوں سے منقول ہونا، یا اس کا کسی اصل مشہور میں موجود ہونا یا ان اصحاب کی طرف منسوب ہونا جن کی وثاقت و دیانت پر علماء کا اجماع ہے جیسے زرارہ، محمد بن مسلم اور فضیل بن یسار، یا جن سے ثابت شدہ حدیث کی صحت پر علماء کا اجماع ہے جیسے صفوان بن یحییٰ، یونس بن عبدالرحمٰن اور احمد بن محمد بن ابونصر بزنطی یا جن کی روایات پر عمل کرنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے جیسے عمار ساباطی وغیرہ۔

یا کسی حدیث کا اس کتاب میں درج ہونا جو کسی امام کی خدمت میں پیش کی گئی تھی اور امامؑ نے اس کی تصدیق کی تھی جیسے عبیداللہ بن علی حلبی کی کتاب جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اور یونس بن عبدالرحمٰن اور فضل بن شاذان کی کتابیں جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئیں اور ائمہ نے ان کے مؤلفین کی مدح وثنا فرمائی...... یا اس حدیث کا ان کتابوں سے ماخوذ ہونا جن پر علماء سلف کا اعتماد کرنا ثابت ہو۔ خواہ اس کا مؤلف شیعہ ہو یا کسی اور مسلک سے تعلق رکھتا ہو...... نیز شیخ موصوف (شیخ بہائی) اپنے رسالہ وجیزہ میں جو کہ درایۃ الحدیث کے موضوع پر لکھا گیا ہے فرماتے ہیں: سوائے شاذ و نادر حدیثوں کے باقی تمام احادیث ہمارے ائمہ اہل بیتؑ تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے علوم اسی مشکوٰۃِ علم سے ماخوذ ہیں۔ اور ہماری کتب اربعہ کی حدیثوں کی تعداد برادرانِ اسلامی کی صحاح ستہ کی حدیثوں سے زیادہ ہے۔

(۵) حضرت شیخ زین الدین معروف بہ شہید ثانی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ شرح درایۃ الحدیث میں فرماتے ہیں کہ متقدمین کی رائے اس بات پر مستقر ہو چکی تھی کہ اصول اربعمأۃ (وہ چھوٹی بڑی چار سو کتابیں جو اصحاب ائمہؑ نے مرتب کی تھیں) وہ سب صحیح ہیں جن پر وہ اعتماد کرتے تھے پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان اصول میں سے کچھ کتابیں تلف ہو گئیں اور انہی اصول کو سامنے رکھ کر ہمارے علماء کی ایک جماعت نے کچھ کتابیں مرتب کیں جن میں سے بہترین کتابیں چار ہیں: (۱) اصول و فروع کافی، (۲) من لا یحضرہ الفقیہ، (۳) تہذیب الاحکام، (۴) اور الاستبصار۔ حضرت شیخ بہائی اور حضرت شہید ثانی کے کلام حق ترجمان سے بھی واضح و عیاں ہوتا ہے کہ جو کچھ ان اصول اربعمأۃ میں یا ان کتابوں میں جو ائمہ پر پیش کی گئیں یا ان کے کتب اربعہ جو ان

کتب و اصول سے مرتب کی گئیں وہ صحیح اور قابل اعتماد ہے اور وہ سب حدیثیں محفوف بالقرائن ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد اور لائق اعتبار ہیں۔

(۶) جناب شیخ ابراہیم کفعمی اپنی کتاب الجنۃ الواقیہ (معروف بہ مصباح کفعمی) میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب چند تعویزات، ادعیہ جات، تسابیح اور زیارات، احراز وصلوات اور اقسام و استخارات پر مشتمل ہے جو ان کتابوں سے ماخوذ ہیں جن کی صحت قابل اعتماد ہے۔

(۷) جناب شیخ احمد طبرسی اپنی کتاب الاحتجاج کی ابتدا میں فرماتے ہیں: ہم اکثر و بیشتر اسناد کا تذکرہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان پر اجماع ہے یا ان پر قرائن عقلیہ دلالت کرتے ہیں۔ نیز وہ مخالف وموافق کی کتب سیر وتواریخ میں مشہور ہیں ماسوا تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جو کہ صحت وشہرت میں دوسری کتابوں کی حد تک نہیں پہنچتی۔

(۸) اسی طرح شیخ علی بن ابراہیم قمی نے بھی اپنی تفسیر کی حدیثوں کی وثاقت کی گواہی دی ہے کہ وہ قابل وثوق لوگوں کے توسط سے ائمہ اہل بیتؑ سے مروی ہیں۔

(۹) اسی طرح جناب جعفر بن محمد بن قولویہ نے اپنی کتاب کامل الزیارات کے آغاز میں اس کے مندرجات کے مستند ہونے کی شہادت دی ہے۔

(۱۰) اسی طرح ہمارے اکثر وہ علماء جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں وہ اپنی کتابوں کی ابتداء یا وسط یا انتہاء میں ان کے مندرجات کے قابل اعتماد ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ جن قرائن کا حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے عدۃ الاصول میں یا شیخ بہاء الدین عاملی نے مشرق الشمس میں تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے کتب معتمدہ کی حدیثیں قابل اعتماد و لائق وثوق قرار پاتی ہیں وہ سب یا ان میں سے اکثر آج بھی موجود ہیں اور اس بات کی گواہی بہت سے علمائے کرام نے دی ہے۔ سب یا ان میں سے اکثر جن کے تفصیلی تذکرہ سے بات بہت طویل ہو جائے گی۔

لہٰذا جن حضرات نے ان اصول معتمدہ میں غیر مستند روایات کے شامل ہو جانے اور پھر ان میں امتیاز نہ کر سکنے، اور سابقہ دور کے قرائن کے مفقود یا مخفی ہو جانے کی وجہ سے نئی اصطلاح وضع کی ہے۔ ان کے اس کلام میں کوئی علمی وزن نہیں ہے۔

(۱۱) جناب شیخ حسن بن جناب شہید ثانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب معالم الاصول اور منتقی الجمان میں اعتراف کیا

ہے کہ ہماری کتب معتمدہ کی حدیثیں محفوف بالقرائن ہیں اور یہ کہ ہمارے علماء متقدمین جناب علامہ حلیؒ کے زمانہ تک قرائن پر اعتماد کرتے تھے (اور قدماء والی اصطلاح پر عمل درآمد کرتے تھے)۔ اور متاخرین والی اس اصطلاح پر عمل نہیں کرتے تھے۔

(۱۲) جناب سید ابن طاؤس اپنی کتاب کشف المحجة لثمرة المهجة میں فرماتے ہیں: جناب شیخ کلینیؒ جن کی وثاقت اور امانت پر سب کا اتفاق ہے وہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے نواب اربعہ کے دور میں موجود تھے۔ اور آپ کے آخری نائب جناب علی بن محمد سمری کی وفات سے پہلے وفات پا گئے۔ تو اس بزرگوار کی تصانیف اور ان کی روایات امام زمانہ علیہ السلام کے وکلاء کے دور میں عمل میں آئیں۔ لہٰذا یہ ان کی کتابوں اور ان کی مرویات کی صحت و وثاقت کا ایک زبردست قرینہ ہے۔

(۱۳) حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس قدر جلیل القدر اور عظیم المرتبت امام ہیں کہ جن سے عامہ وخاصہ نے مختلف اسلامی علوم وفنون نقل کئے ہیں اور امام علیہ السلام سے استفادہ کرکے شاگردوں کے نام علمائے اعلام نے چار ہزار تک شمار کئے ہیں۔

(۱۴) جناب ابن شہر آشوب نے اپنی معالم العلماء میں جناب شیخ مفیدؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے عہد سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام کے عہد تک علماء امامیہ نے چار سو (۴۰۰) کتابیں تالیف کیں جن کو اصول اربعمائۃ کہا جاتا ہے۔

(۱۵) جناب فاضل طبرسی اعلام الوریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے چار ہزار مشہور اہل علم نے روایت کی ہے (اور علمی استفادہ کیا ہے)۔ اور ان سے کئے گئے سوالات کے جوابات میں چار سو کتابیں لکھی گئی ہیں جن کو اصول اربعمائۃ کہا جاتا ہے۔

(۱۶) جناب سید ابن طاؤسؒ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ان اصول معتمدہ کا بہت سا ذخیرہ موجود تھا جن سے وہ نقل کرتے ہیں۔ اور جناب شہید اولؒ نے اپنی کتاب ذکریٰ میں اور کفعمی نے اپنی کتاب مصباح میں ذکر کیا ہے کہ ان کے پاس بھی ان میں سے بہت سے اصول موجود تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کتب اربعہ لکھنے والے علمائے اعلام کے پاس تو ان کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود ہوگا۔ بعد ازاں مؤلف علام نے بہت سی شہادات پیش کی ہیں اور بہت سے قرائن قطعیہ کا تذکرہ کیا ہے جو ہماری کتب اربعہ وغیرہ مجامع حدیثیہ کی صحت و وثاقت پر دلالت کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں کہ "وما نقلناه كاف" یعنی ہم نے جو

کچھ نقل کر دیا ہے وہ مدعا کے اثبات کیلئے کافی و وافی[1] ہے۔

ساتواں فائدہ

ان حضرات کا تذکرہ جن (کی جلالتِ قدر) پر سب کا اجماع ہے جیسے (چار سو) اصول کے لکھنے والے اور ان جیسے لوگ اور اس جماعت کا تذکرہ جن کی ائمہ اہل بیتؑ نے توثیق فرمائی ہے، ان کی مدح وثنا کی ہے اور ان کی طرف لوگوں کو رجوع کرنے اور ان کی روایات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کی عدالت بالتواتر ثابت ہے لہٰذا اگر ان میں سے کوئی شخص سند میں موجود ہو تو اس سے اس روایت پر وثوق و اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ثقہ جلیل ابو عمرو کشی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت (شیعہ) کا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب اولین کی جلالت کی تصدیق اور ثقاہت کی تائید پر اجماع ہے جو چھ بزرگوار ہیں جیسے: (۱) جناب زرارہ، (۲) معروف بن خربوز، (۳) برید، (۴) ابو بصیر اسدی، (۵) فضیل بن یسار، (۶) محمد بن مسلم طائفی۔ علماء کا بیان ہے کہ ان سب سے بڑے فقیہہ جناب زرارہ ہیں اور بعض نے ابو بصیر اسدی کی جگہ ابو بصیر مرادی یعنی لیث بن البختری کا نام لیا ہے۔ بعد ازاں جناب کشی نے ان حضرات کی مدح وثنا اور ان کی طرف رجوع کرنے والی بہت سی احادیث کا تذکرہ کیا ہے......... بعد ازاں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے فقہاء کا تذکرہ کیا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں تصدیق ہو جائے کہ وہ ان سے مروی ہے وہ صحیح ہے اور وہ بزرگوار یہ ہیں۔ اور یہ بھی چھ حضرات ہیں: (۱) جمیل بن دراج، (۲) عبداللہ بن مسکان، (۳) عبداللہ بن بکیر، (۴) حماد بن عیسیٰ، (۵) حماد بن عثمان، (۶) ابان بن عثمان۔ ابو اسحاق فقیہ یعنی ثعلبہ بن میمون کا خیال ہے کہ ان چھ حضرات میں سے جو سب سے بڑے فقیہہ ہیں وہ جمیل بن دراج ہیں حالانکہ وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تمام اصحاب سے نو عمر ہیں۔ بعد ازاں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ان فقہاء کا تذکرہ کیا ہے جن سے منقول شدہ احادیث کی صحت پر طائفہ نے اجماع کیا ہے اور ان کی جلالت و وثاقت پر بھی اور یہ بھی چھ حضرات ہیں جو ان کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ ابھی اوپر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں کیا جا چکا

---

[1] کہا جاتا ہے کہ مؤلف علام نے یہاں جو کچھ بیان کیا ہے اور کتب اربعہ وغیرہ کے مؤلفین نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کتابوں کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ مگر علامہ مجلسی نے مرآۃ العقول میں اور دوسرے بعض علماء کرام نے جو تحقیق فرمائی ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں صحیح اور ضعیف اور مستند اور غیر مستند ہر قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں تو ان کے درمیان کس طرح جمع کی جائے؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ عہد ائمہ سے لے کر ساتویں صدی تک یعنی علامہ حلی اور ان کے استاد جناب سید احمد بن طاؤس تک متقدمین کی اصطلاح میں صحیح کا مفہوم اور ہے اور ان کے بعد صحیح کا مفہوم اور ہے جس کا تمام تر دارو مدار راویوں پر ہے ولا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ (احقر مترجم عفی عنہ)

ہے۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) یونس بن عبدالرحمٰن، (۲) صفوان بن یحییٰ بیاع السابری، (۳) محمد بن ابی عمیرؒ، (۴) عبداللہ بن المغیرہ، (۵) حسن بن محبوب، (۶) احمد بن محمد بن ابی نصر...... اور بعض نے حسن بن محبوب کی جگہ حسن بن علی بن فضال اور فضالہ بن ایوب کا نام لیا ہے اور بعض نے فضالہ کی جگہ عثمان بن عیسیٰ کا نام لیا ہے اور سب سے بڑے فقیہ یونس بن عبدالرحمٰن اور صفوان بن یحییٰ ہیں۔ اور پھر ان حضرات کی شان اور علو مقام کے بارے میں بعض حدیثیں درج کی ہیں یہاں تک جناب شیخ کشی کا کلام تھا اور حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب عدۃ الاصول میں اور دوسرے علماء متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت نے اس سے بڑھ کر ان حضرات کی شان بیان کی ہے۔ اور ان حضرات کی مرسل روایات پر عمل کرنے کے جواز پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے جس طرح کہ ان کی مسند روایات پر عمل کرنے کے بارے میں اجماع ہے۔ بعد ازاں اس قسم کی ایک اور جماعت کا ذکر کیا جائے گا جن کی روایات پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کا اجماع ہے۔ مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ حدیث جس کو ان حضرات میں سے کوئی نقل کرے وہ مرسل ہو یا مسند اور جس سے نقل کرے وہ ثقہ ہو یا ضعیف وہ ہمارے لئے صحیح ہے اور قابل عمل ہے۔ اور جناب شیخ طوسی اور دوسرے بعض علماء نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ ان تمام راویوں کی روایات پر عمل کرنا جائز ہے جو کتب معتمدہ میں مذکور ہیں جبکہ کتب معتمدہ کی اکثر احادیث احکام انہی اصحاب اجماع سے مروی ہیں۔

مؤلف علام نے ایک عنوان قائم کیا ہے (ان کتابوں اور مصنفین کا تذکرہ جو بدعقیدہ ہونے کے باوجود قابل اعتماد ہیں) پھر یہاں ان کتابوں اور روایتوں کا تذکرہ کیا ہے جن کے مصنفین اور راوی ضعیف ہیں یا بدعقیدہ ہیں مگر ان کی تصانیف اور روایات قابل اعتماد ہیں کیونکہ وہ خود موثق ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فہرست میں لکھا ہے کہ: (۱) ابراہیم بن اسحاق احمری ضعیف الحدیث ہے۔ مگر بعض کتابیں ایسی لکھی ہیں جو صحت و سداد کے قریب ہیں۔ (۲) اسحاق بن عمار ساباطی فطحی المسلک تھا (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ فطح کی امامت کا قائل تھا) مگر وہ قابل وثوق اور اس کی کتاب قابل اعتماد ہے۔ (۳) حسن بن محمد بن سماعہ واقفی المذہب ہے۔ (حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ان کے بعد والے ائمہ کی امامت کا قائل نہیں ہے) مگر اس کی تصانیف عمدہ اور فقہ صاف ستھری ہے۔ (۴) حفص بن غیاث عامی المذہب ہے مگر اس کی کتاب قابل اعتماد ہے۔ (۵) علی بن احمد الکوفی امامی المسلک تھا اور پہلے صحیح العقیدہ تھا اور بہت سی اچھی کتابیں بھی لکھیں (جن میں سے ایک کتاب الاستغاثۃ بھی ہے) مگر آخر میں فاسد العقیدہ ہوگیا یعنی غالی ہوگیا۔ مگر قابل اعتماد ہے)۔ (۶) علی بن الحسن طاطری بڑا متعصب واقفی تھا۔ مگر اس نے فقہ میں بہت سی کتابیں لکھیں جن میں وہ قابل اعتماد راویوں سے روایت لیتا ہے۔ (۷) عمار بن موسیٰ ساباطی فطحی المسلک تھا۔ مگر اس کی ایک بڑی کتاب ہے جو قابل اعتماد ہے۔ (۸) حسین بن عبیداللہ سعدی اُن لوگوں میں سے ہے

جن پر طعن و تشنیع کی گئی ہے اور متہم بالغلو ہے مگر اس کی کتابیں صحیح ہیں۔

اسی طرح ہمارے طائفہ نے برادرانِ اہل سنت میں سے حفص بن غیاث، غیاث بن کلوب، نوح بن درّاج اور سکونی وغیرہ کی ان روایات پر عمل کیا ہے جو وہ ہمارے ائمہ اہل بیتؑ سے روایت کرتے ہیں جبکہ اس کے خلاف ہماری کوئی (قابل اعتماد) روایت موجود نہ ہو کیونکہ یہ قابل وثوق ہیں۔ نیز مؤلف علام نے یہاں چند صفحات پر ان اصحاب کا ذکر خیر کیا ہے جنہوں نے ائمہ علیہم السلام کے دور میں چار سو اصول تالیف کی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض احباب واصحاب کا تذکرہ

بعد ازاں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب عیون الاخبار کے حوالہ سے حضرت امام ثامن ضامن علیہ السلام کے اس مکتوب گرامی سے جو آپ نے مامون عباسی کے نام لکھا تھا جس میں خالص اسلامی عقائد کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس سے اقتباس کرتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض قابل قدر اصحاب باصفا کا تذکرہ کیا ہے جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے طریقہ مستقیمہ پر ثابت قدم رہے۔ اور کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا جیسے (۱) سلمان فارسی (محمدی)، (۲) ابوذر غفاری، (۳) مقداد بن اسود، (۴) عمار بن یاسر، (۵) حذیفہ بن یمان، (۶) ابو الہیثم التیھان، (۷) سہل بن حنیف، (۸) عثمان (بن حنیف) اور ان کے دو بھائی، (۹) عبادۃ بن صامت، (۱۰) ابو ایوب انصاری، (۱۱) خذیمہ بن ثابت ذی الشہادتین، (۱۲) ابوسعید خدری وامثالھم۔ (عیون الاخبار)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعض اصحاب باصفا کا تذکرہ

جناب سید بن طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ کے رسائل کے حوالہ سے جناب علی بن ابراہیم قمی سے اور انہوں نے باسناد خود حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک بار آپؑ نے اپنے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کو بلایا اور فرمایا کہ میرے دس قابل وثوق اصحاب کو میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ان کے نام بتائیں، فرمایا: (۱) اصبغ بن نباتہ، (۲) ابو الطفیل عامر بن واثلہ کنانی، (۳) زر بن حبیش، (۴) جویرہ بن مسہر، (۵) خندف بن زھیر، (۶) حارث بن مصرف، (۷) حارث اعور، (۸) علقمہ بن قیس، (۹) کمیل بن زیاد، (۱۰) عمیر بن زرارہ۔

(كشف المحجه لثمرة المهجه)

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بعض جلیل القدر اصحاب کا تذکرہ

مؤلف علام نے علمائے رجال کے حوالہ سے مختلف ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بعض جلیل القدر اصحاب کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے بعض حضرات یہ ہیں: (۱) محمد بن عثمان عمری، (۲) عثمان بن سعید عمری، (۳) حسین بن روح نوبختی، (۴) علی بن محمد سمری، (۵) حمران بن اعین، (۶) مفضل بن عمر، (۷) معلی بن خنیس، (۸) نصر بن قابوس، (۹)

عبدالرحمن بن الحجاج، (۱۰) عبداللہ بن جندب، (۱۱) صفوان بن یحییٰ، (۱۲) محمد بن سنان، (۱۳) زکریا بن آدم، (۱۴) سعد بن سعد، (۱۵) عبدالعزیز ابن المھتدی، (۱۶) علی بن مہزیار، (۱۷) ایوب بن نوح، (۱۸) علی بن جعفر سمائی، (۱۹) ابوعلی بن راشد، (۲۰) بنوفضال، (۲۱) زرارہ، (۲۲) برید عجلی، (۲۳) ابوبصیر لیث بن البختری، (۲۴) محمد بن مسلم، (۲۵) ابوبصیر اسدی، (۲۶) حارث بن المغیرہ، (۲۷) ابان بن تغلب، (۲۸) ابان بن عثمان، (۲۹) یونس بن عبدالرحمن، (۳۰) علی بن صدید، (۳۱) ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی، (۳۲) محمد بن ابوعبداللہ، (۳۳) احمد بن اسحاق اشعری، (۳۴) ابراہیم بن محمد ہمدانی، (۳۵) احمد بن حمزہ بن الیسع، (۳۶) حاجز بن یزید، (۳۷) محمد بن علی بن بلال، (۳۸) ۔۔؟۔۔، (۳۹) عاصمی، (۴۰) محمد بن ابراہیم بن مہزیار، (۴۱) ابراہیم بن مہزیار، (۴۲) محمد بن صالح ہمدانی، (۴۳) صالح ہمدانی، (۴۴) قاسم بن العلا، (۴۵) محمد بن شاذان نیشاپوری، (۴۶) فضل بن شاذان نیشاپوری، (۴۷) علی بن مہزیار، (۴۸) حارث مرزبانی وغیرھم رضوان اللہ علیہم۔

کسی کی عدالت معلوم کرنے کا طریقہ؟

جناب شہید ثانیؒ نے شرح الدرایہ میں وہ عدالت جو راوی (وغیرہ) میں معتبر ہے وہ (۱) دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوتی ہے۔ (۲) شہرت عظیمہ جو اہل علم وفضل میں ہو کہ فلاں عادل ہے۔ اور جہاں تک ہمارے علمائے اعلام کا تعلق ہے جیسے حضرت شیخ کلینی علیہ الرحمہ وامثالھم تو ان کی عدالت کسی ثبوت کی محتاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ عدالت کے مافوق درجہ پر فائز ہیں اسی طرح کتبِ مشہورہ کے مصنفین ومؤلفین کی عدالت ودیانت اور وثاقت کسی ثبوت کی محتاج نہیں ہے۔ (شرح الدرایہ)

کیونکہ ع

انجا کہ عیاں است چہ حاجت بیان است

آٹھواں فائدہ

ان قرائن کا تذکرہ جو کسی حدیث کے ساتھ مقترن ہوں تو وہ اس کی تقویت ووثاقت کا موجب ہوتے ہیں۔

اس قسم کے قرائن کی چند قسمیں ہیں: (۱) منجملہ ان کے ایک قسم ان قرائن کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ حدیث معصومین علیہم السلام سے ثابت ہے۔ (۲) دوسری قسم اس قسم کے قرائن کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حدیث کا مضمون صحیح ہے اگرچہ اس کے موضوع ہونے کا احتمال ہو۔ (۳) تیسری قسم ان قرائن کی ہے جو جس حدیث کے ساتھ مقترن ہوں وہ اس کی معارض حدیث پر ترجیح کے باعث ہوتے ہیں۔

ہم ان قرائن کے چند اقسام کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) راوی ایسا ثقہ ہو جو عادۃً جھوٹ نہ بولتا ہو۔ یہ اس حدیث کی صحت وثبوت کا واضح قرینہ ہے۔ اس سے بعض اوقات یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ثقہ آدمی فاسد المذہب ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت شیخ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔

(۲) اس حدیث کا ان اصول اربعمأۃ میں سے کسی مستند اصل میں موجود ہونا جن کی صحت پر اجماع ہے یا کسی اور قابل وثوق و اعتماد مؤلف کی کتاب میں موجود ہو۔ کیونکہ ان کتب کے لکھنے والوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ راوی جیسا بھی ہوتا تھا وہ اس وقت کسی حدیث کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کرتے تھے جب تک ان پر اس کی صحت و صداقت ثابت نہیں ہو جاتی تھی۔

(۳) وہ حدیث کتب اربعہ یا ان جیسی کسی مستند ومتواتر کتاب میں موجود ہو جن کی صحت وصداقت پر علماء کی شہادت موجود ہے۔

(۴) وہ حدیث ان حضرات کی کسی کتاب میں منقول ہو جن کی حدیثوں کی صحت اور ثبوت پر علماء کا اجماع ہے۔ (جن کے نام فائدہ نمبر ۷ میں گزر چکے)۔

(۵) اس حدیث کا راوی اصحاب اجماع میں سے کوئی ایک ہو۔

(۶) وہ حدیث ان اصحاب سے منقول ہو جن کی ائمہ اہل بیتؑ نے توثیق کی ہے اور ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۷) وہ حدیث قرآن مجید کے موافق ہو۔ جیسا کہ متعدد نصوص میں وارد ہے۔

(۸) وہ حدیث سنت معلومہ ثابتہ کے موافق ہو۔ جیسا کہ متعدد نصوص میں وارد ہے۔

(۹) وہ حدیث متعدد کتب معتمدہ میں موجود ہو۔ جب کہ اس کا کسی ایک قابل اعتماد کتاب میں ہونا اس کی صحت و وثاقت کا قطعی قرینہ ہے۔

(۱۰) وہ حدیث ضروریات (بدیہیات) کے مطابق ہو۔

(۱۱) وہ حدیث ایسی ہو کہ اس کی کوئی معارض حدیث موجود نہ ہو۔ یہ اس حدیث کے مستند ومعتمد ہونے کا واضح قرینہ ہے۔

(۱۲) وہ حدیث ایسی ہو کہ اس میں تقیہ کا احتمال نہ ہو۔

(۱۳) وہ حدیث مستحبات سے متعلق ہو جیسا کہ احادیث کے من بلغ سے واضح ہے کہ مستحبات کے اثبات میں زیادہ دقت سے کام نہیں لیا جاتا۔

(۱۴) وہ حدیث احتیاط کے عین مطابق ہو جس پر عمل کرنے کا بہت سی احادیث میں حکم دیا گیا ہے۔

(۱۵) وہ حدیث جس پر مذکورہ بالا قرائن میں دو یا ان سے بھی زیادہ قرائن موجود ہوں۔

(۱۶) وہ حدیث دلیل عقلی قطعی کے مطابق ہو۔

(۱۷) وہ اجماع مسلمین کے موافق ہو۔

(۱۸) فرقۂ امامیہ کے اجماع کے مطابق ہو۔

(۱۹) وہ اس نظریہ کے مطابق ہو جو امامیہ میں مشہور ہو۔

(۲۰) وہ روایت ایسی ہو کہ اس کا راوی اس کے نقل کرنے میں متہم نہ ہو۔ یعنی وہ روایت اس کے کسی مخصوص عقیدہ و نظریہ کے موافق نہ ہو...... جیسے اہل سنت ائمہ اہل بیتؑ کی امامت اور ان کے فضائل ومناقب کی روایات نقل کریں کہ وہ اس سلسلہ میں ثقہ متصور ہوں گے **وغیرھا من القرائن الکثیرۃ التی یضیق نطاق البیان عن ذکرھا التفصیلی۔**

نواں فائدہ

اس جامع استدلال کا تذکرہ جو ان کتابوں کی حدیثوں کی صحت پر دلالت کرتا ہے جن سے ہم نے اس کتاب میں حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور اس اجمالی بیان کو تم سابقہ اوراق میں جان چکے ہو۔ اور اسی سے اس اصطلاح جدید کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔ جو جناب علامہ اور ان کے استاد جناب سید احمد بن طاؤس سے شروع ہوئی کہ حدیثوں کو چار قسم پر تقسیم کر دیا گیا ہے یعنی: (۱) صحیح، (۲) حسن، (۳) موثق، (۴) اور ضعیف۔ (وغیرہ وغیرہ)

(۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ ہم قطعی علم و یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اصحاب اور ہمارے قدیم علماء کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ حدیثوں کو جانچ پڑتال کر کے اور ائمہ اہل بیتؑ سے ان کی تصحیح کرا کے اپنی ان کتابوں میں درج کرتے تھے جن کو وہ آنے والی نسلوں کے عمل کرنے کی غرض سے لکھتے تھے۔ اور یہ مدت تین سو سال سے بھی زائد ہے اور یہی طریقہ کار کتب اربعہ کے لکھنے والے بزرگواروں تک برابر جاری و ساری رہا۔ اور انہوں نے انہی کتب و اصول سے اپنی یہ کتابیں مرتب کیں۔

(۲) دوسری دلیل:۔ ہمیں علم و یقین ہے کہ وہ کتب و اصول جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے دور میں لکھے گئے وہ کتب اربعہ کی تالیف کے وقت تک موجود تھے بلکہ اب بھی بہت سے موجود ہیں جن کو سامنے رکھ کر یہ کتابیں مرتب کی گئیں۔ اور یہ بزرگوار صحیح و سقیم میں تمیز کرنے پر قادر بھی تھے اور انہوں نے اپنے شرعی وظیفہ کی انجام دہی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی بھی نہیں کی ہے تبھی تو اپنی اپنی تالیف کردہ کتابوں کی صحت کی شہادت دی ہے۔ اور ان

حدیثوں کو اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان حجت قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان کی شہادت پر اعتماد کرنا پڑے گا۔

(۳) **تیسری دلیل:**۔ حکمت ربانیہ اور حضرت رسولؐ و آلِ رسولؐ کی شفقت کا تقاضا ہے جو ان کو اپنے شیعوں سے تھی کہ ان کی آنے والی نسلوں کے دین کو ضیاع سے بچایا جائے جو اس وقت باپوں کی صلبوں میں تھے لہٰذا ضرورت تھی کہ ان کے لئے ایسے قابل اعتماد اصول چھوڑے جائیں جن پر وہ زمانۂ غیبت میں عمل درآمد کر سکیں۔ اس لئے فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا ہرج مرج کا دور آئے گا کہ وہ صرف تمہاری ان تحریروں سے مانوس ہوں گے۔

(۴) **چوتھی دلیل:**۔ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ اپنے اصحاب کو حکم دیتے تھے کہ وہ جو کچھ ان سے سنتے ہیں اس کو لکھ لیا کریں تاکہ آنے والی نسلیں ان کی ان تحریروں سے استفادہ کر سکیں۔

(۵) **پانچویں دلیل:**۔ بہت سی حدیثیں ان کتب کی صحت پر دلالت کرتی ہیں (جو اصحاب ائمہؑ نے تالیف کی تھیں) چنانچہ جناب محقق حلی نے صراحت فرمائی ہے کہ جناب یونس بن عبدالرحمٰن اور جناب فضل بن شاذان کی تالیف شدہ کتابیں ان کے پاس موجود تھیں اور انہوں نے ان سے اپنی کتاب میں حدیثیں نقل کی ہیں اور محدثین اور علمائے رجال نے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں ائمہؑ پر پیش کی گئی تھیں اور انہوں نے ان کی توثیق فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کئی مقامات پر صراحت کی ہے کہ جناب محمد بن حسن صفار کی کتاب ان کے پاس موجود تھی جس میں ان کے مسائل اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے اپنے مقدس ہاتھ سے لکھے ہوئے جوابات موجود تھے۔ اور اسی طرح جناب عبیداللہ بن علی حلبی کی کتاب بھی ان کے پاس موجود تھی جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ الغرض احادیث متواترہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کتب معتمدہ اور ثقہ آدمیوں کی روایتوں پر عمل کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب بھی ہے۔

(۶) **چھٹی دلیل:**۔ ہماری اکثر احادیث ان اصحاب اجماع کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے ثابت شدہ حدیثوں کی صحت پر اصحاب کا اجماع ہے اور ائمہ اہل بیتؑ نے ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۷) **ساتویں دلیل:**۔ اگر ہماری وہ احادیث جو کتب و اصول معتمدہ سے منقول ہیں نا قابل عمل اور نا قابل اعتماد ہوں تو اس سے لازم آئے گا کہ ہماری اکثر حدیثیں نا قابل اعتبار ہوں۔ حالانکہ یہ بات عادۃً باطل ہے۔ کیونکہ ہمارے ائمہ ہوں یا ہمارے علماء کرام انہوں نے ان کے ضبط اور صحت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تاکہ قیامت تک شیعہ گمراہی سے بچ جائیں اور راہ راست پر گامزن رہیں۔

(۸) **آٹھویں دلیل:**۔ جناب شیخ الطائفہ نے اپنی دونوں کتابوں (تہذیب و استبصار) میں اس نئی اصطلاح کے

مطابق احادیث صحیحہ کو ترک کر دیتے ہیں اور احادیث ضعیفہ پر عمل کرتے ہیں تو اگر وہ بات صحیح نہ ہوتی جو ہم نے بیان کی ہے کہ وہ ان احادیث پر عمل کرتے تھے جو محفوف بالقرائن ہوتی تھیں اور جن کی صحت و وثاقت کا انہیں پورا اطمینان ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ متاخرین کی اصطلاح جدید کے مطابق ضعیف ہی ہوں تو ایسا کیوں کرتے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صحت کا معیار اور ہے۔ چنانچہ صاحب مدارک وغیرہ فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ قابل اعتماد اور ثقہ آدمی کی اذان پر اعتماد کرتے ہوئے نماز کا پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

(۹) نویں دلیل:۔ کتب اربعہ کے جلیل القدر مؤلفین نے شہادت دی ہے کہ ان کی کتابیں اور ان کی حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ وہ قابل اعتماد کتابوں سے منقول ہیں۔ اور ہمیں علم الیقین ہے کہ وہ اپنی اس گواہی میں سچے ہیں۔ جھوٹ بولنے کا ان کے بارے میں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ جب ہمارے علمائے متقدمین ہوں یا متاخرین جیسے علامہ و محقق وغیرہ جب وہ امام ابوحنیفہ کا کوئی قول نقل کریں تو ہم ان کی نقل پر اعتماد کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ تو جب یہی بزرگوار اپنے ائمہ اطہار کا کوئی قول و فعل نقل کریں تو کیا ان کی اس بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے؟ چہ جائیکہ علماء و فضلاء کی ایک پوری جماعت وہ بات نقل کرے؟

(۱۰) دسویں دلیل:۔ ہم قطع و یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ معصوم پر افترا پردازی کرنے پر قطعاً راضی نہ تھے (بلکہ اسے گناہ کبیرہ جانتے تھے) لہٰذا انہوں نے وہی حدیثیں نقل کی ہیں جن پر ان کو اعتماد تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی ان کے اعتماد پر اعتماد کرنا چاہیے۔ وھو المطلوب!

(۱۱) گیارہویں دلیل:۔ متقدمین کے طریقۂ کار پر عمل کرنے سے علم و یقین حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ طریقۂ کار اہل بیت عصمت و اطہار سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے اس پر عمل درآمد کرنے کا حکم دیا اور اسی طریقۂ کار پر امامیہ نے قریباً سات سو سال تک (متاخرین کی اصطلاح جدید تک) عمل کیا ہے جس میں سے تقریباً تین سو سال تو ظہور ائمہ کا دور ہے۔ جبکہ جدید اصطلاح پر عمل کرنا اس طرح موجب علم و یقین نہیں ہے۔ لہٰذا متقدمین کے طریقۂ کار پر ہی عمل کرنا چاہیے۔

(۱۲) بارہویں دلیل:۔ ہمارے علماء متقدمین کا طریقۂ کار عامہ کے طریقۂ کار کے مخالف ہے جبکہ متاخرین کا طرز عمل ان کے موافق ہے بلکہ انہی سے ماخوذ ہے۔ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا حکم ہے کہ مخالفین کے طریقۂ کار سے اجتناب کیا جائے جیسا کہ باب القضاء میں ایسی بعض حدیثیں گزر چکی ہیں۔

(۱۳) تیرہویں دلیل:۔ اگر جدید اصطلاح پر عمل کیا جائے تو اس سے زمانۂ ائمہ کے تمام امامیہ کا غلط کار ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ محقق حلی نے اپنی اصول فقہ والی کتاب میں ذکر کیا ہے (کیونکہ وہ صرف سند کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ

قرائن حالیہ ومقالیہ پر اعتماد کر کے خبر واحد پر عمل درآمد کرتے تھے)۔

(۱۴) چودھویں دلیل:۔ اس اصطلاح جدید پر عمل کرنے سے ان اکثر احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے جو کہ اصول معتمدہ سے منقول ہیں مگر ان کے راوی ضعیف ہیں۔ یا مجہول الحال ہیں یا ان کی توثیق مروی نہیں ہے۔ حالانکہ ان اصول معتمدہ کی احادیث پر عمل کرنے کے جواز کے بارے میں ہمارے سب اصحاب کا اجماع ہے جن میں معصوم بھی داخل ہیں۔

(۱۵) پندرھویں دلیل:۔ (کتب اربعہ وغیرہ کے مؤلفین) نے جو ان کتابوں کی احادیث کے صحیح ہونے کی اور ان کے اصول معتمدہ سے نقل کرنے کی گواہی دی ہے تو اگر ان کی اس گواہی کو قبول نہ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ انہوں نے راویوں کی جو مدح (وقدح) کی ہے اور ان کی جو توثیق کی ہے اسے بھی قبول نہ کیا جائے لہٰذا اصطلاح جدید کے مطابق نہ کوئی حدیث صحیح ہوگی نہ حسن اور نہ مؤثق بلکہ سب ضعیف قرار پائینگی۔ مگر یہ بات بالاتفاق باطل ہے۔ تو جس سے یہ غلط بات لازم آئے وہ بات (ان کی گواہی کو قبول نہ کرنا) بھی باطل ہوگی۔ بلکہ ان کی شہادت پر اعتبار کرنا پڑے گا۔

(۱۶) سولھویں دلیل:۔ یہ جدید اصطلاح جناب علامہ حلی یا ان کے استاد جناب سید احمد بن طاؤس کے دور میں پیدا ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ (علماء متقدمین میں اس کا کوئی نام ونشان بھی نہ تھا) اور یہ ظنی چیز ہے علمی ویقینی نہیں ہے اور ائمہ اہل بیتؑ کا ارشاد ہے کہ ﴿ **شر الامور محدثاتها** ﴾ (سب چیزوں سے زیادہ بری چیزیں نو ایجاد ہیں) اس لئے فرمایا: ﴿**عليكم بالتلاد**﴾ (تم قدیم چیزوں کو لازم پکڑو)۔

(۱۷) سترھویں دلیل:۔ اصطلاح جدید والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ تقسیم وتنویع (صحیح وحسن وغیرہ) صرف اس خبر واحد میں ہوتی ہے جو محفوف بالقرائن نہ ہو۔ جبکہ ہماری کتب مشہورہ کی روایات (عقلی ونقلی) قرائن کے ساتھ محفوف ہیں اس طرح اس تقسیم کا موضوع ہی ختم ہو جاتا ہے جناب شیخ حسن (ابن حضرت شہید ثانی) نے اپنی کتاب منتقی الجمان میں اعتراف کیا ہے کہ ہماری یہ اصطلاح جدید برادران اہل سنت کی درایۃ الحدیث سے ماخوذ ہے۔ جبکہ ان کے ہاں اس کی گنجائش ہے۔ مگر ہماری اکثر احادیث میں اس کا کوئی محل وموقع ہی نہیں ہے۔

(۱۸) اٹھارھویں دلیل:۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ اور محقق حلی وغیرہ نے اس اصطلاح کے خلاف دعوائے اجماع کیا ہے اور ائمہ اہل بیتؑ کے عہد سے لے کر علامہ حلی کے عہد تک قریباً سات سو سال تک ہمارے علماء وفقہاء کا عمل اس کے خلاف رہا ہے ظاہر ہے کہ معصوم بھی اس اجماع میں شامل ہیں۔ لہٰذا ان کا اجماع حجت ہے۔

(۱۹) انیسویں دلیل :۔ ان اصول معتمدہ اور کتب معتبرہ کے مؤلفین اگر یہ دعویٰ کریں کہ انہوں نے فلاں بات معصومؑ کی زبان حق ترجمان سے سنی ہے تو اس پر تو اعتبار کیا جاتا ہے لیکن اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ انہوں نے جو احادیث اپنی کتب میں نقل کی ہیں وہ صحیح ہیں اور معصومؑ سے ثابت ہیں۔ تو پھران کا یہ دعویٰ قبول کرنے میں کیوں تامل کیا جاتا ہے؟؟ جبکہ عندالتحقیق ان دونوں دعووں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بہرحال ان احادیث پر اعتماد کرنا اور ان کے مطابق عمل کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ لازم ہے۔

(۲۰) بیسویں دلیل :۔ ہم کہتے ہیں کہ کتب معتمدہ کی وہ حدیثیں جو متاخرین کے نزدیک بھی صحیح المسند ہیں ان کے بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے (کہ ان پرعمل کرنا واجب ہے) اور جو ان کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں تو ان کے بارے میں ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اصل کے موافق ہیں یا اس کے مخالف؟ پس اگر وہ موافق اصل ہیں تو جب وہ اصل پرعمل کرتے ہیں تو پھران حدیثوں پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ اور اگر مخالف اصل ہیں۔ مگر احتیاط کے مطابق ہیں۔ تو پھر بھی ان پرعمل کرنا چاہئے کیونکہ ہمیں احتیاط پرعمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲۱) اکیسویں دلیل :۔ جب کتب اربعہ اور ان جیسی قابل اعتماد کتابوں کے مصنفین ومؤلفین نے گواہی دی ہے کہ ان کی نقل کردہ حدیثیں صحیح ہیں اور یہ کہ انہوں نے اصول معتمدہ سے انہیں نقل کیا ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس دعویٰ میں قابل وثوق ہیں یا نہ؟ پس اگر قابل وثوق ہیں تو پھران احادیث پر اعتماد کرنا پڑے گا اور اگر قابل وثوق نہیں ہیں تو پھران کی نقل کردہ تمام حدیثیں ناقابل اعتماد ہو جائینگی اور ان سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ مگر یہ لازم باطل ہے۔ تو جس سے یہ باطل لازم آئے اس کے ملزوم کو بھی باطل ماننا پڑے گا۔

(۲۲) بائیسویں دلیل :۔ جو شخص علمائے متاخرین کی استدلالی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ گواہی دے گا کہ اگر کوئی حدیث بالکل ہی ضعیف ہو مگر اس کے معارض کوئی حدیث نہ ہو تو وہ اس کو رد نہیں کرتے بلکہ اس پرعمل کرتے ہیں۔ تو پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟ اگرچہ ان ۲۲ عدد وجوہ اور استدلالات میں سے بعض میں مناقشہ کی گنجائش ہے مگر مجموعی طور پر یہ اس قدر قوی ہیں کہ کوئی منصف مزاج آدمی ان کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل!

دسواں فائدہ

مذکورہ بالا فائدہ میں بیان کردہ مطالب پر جو ایراد وارد ہوسکتا ہے اس کا جواب

(۱) یہاں اور کتب القضا میں آپ معلوم کرچکے ہیں کہ احادیث کو پرکھنے کے بارے میں محدثین کا طریقۂ کار کیا ہے؟ اور وہ کس طرح علم و یقین پرعمل کرتے ہیں اور ظن وتخمین پرعمل نہیں کرتے...... مگر یہاں بظاہر ان پر یہ

ایراد کیا جا سکتا ہے۔ کہ کوئی حدیث اگرچہ محفوف بالقرائن بھی ہو جس کی وجہ سے یہ علم حاصل ہو جائے کہ وہ معصوم کا فرمان ہے مگر اس میں یہ احتمال تو باقی رہتا ہے کہ معصوم نے بطور تقیہ ارشاد فرمائی ہو لہٰذا اس کا مفہوم اور اس کی دلالت ظنی ہو جائے گی۔ ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ تقیہ کا احتمال ہمارے مدعا کو کوئی ضرر و زیاں نہیں پہنچاتا جب تک اس حدیث کی کوئی راجح معارض حدیث موجود نہ ہو اور قرائن سے اس کا محمول بر تقیہ ہونا بھی واضح نہ ہو۔ اور جہاں تک دلالت کے ظنی ہونے کا تعلق ہے تو اکثر احادیث قرائن لفظیہ و معنویہ کی مدد سے قطعی الدلالت ہوتی ہیں ان سے عادی علم حاصل ہو جاتا ہے اور اگر فی الواقع کوئی حدیث دستیاب ہو جو ظنی الدلالت ہو تو پھر محدثین وہاں احتیاط پر عمل کرتے ہیں اور توقف کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا ایراد یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ حدیث کے راوی معصوم تو نہیں ہیں لہٰذا یہ احتمال تو بہرحال قائم رہتا ہے کہ ان کو سہو و نسیان ہو گیا ہو اور معصوم نے کچھ اور فرمایا ہو اور راوی کو سہو ہو گیا ہو اور کچھ اور بیان کر دیا ہو؟ تو اس احتمال کا ایک جواب یہ ہے کہ جب حدیث کے تمام اجزاء متناسب ہوں اور مفہوم واضح ہو۔ اور عقل و نقل کے خلاف نہ ہو تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ حدیث کے نقل کرنے میں کوئی سہو و نسیان اور کوئی کمی و بیشی نہیں ہوئی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اصول و کتب جو ائمہؑ کے دور میں لکھی گئیں وہ جب بعض ائمہؑ کی خدمت میں پیش کی گئیں تو انہوں نے ان کی تصدیق و تائید فرمائی لہٰذا اس سے یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ ان حدیثوں میں کوئی سہو و نسیان نہیں ہوا ہے۔

(۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کتب اربعہ کی نسبت ان کے مؤلفین کی طرف تو تواتر سے ثابت ہے مگر ان سے لے کر ارباب عصمت و طہارت تک تو تواتر سے ثابت نہیں ہیں۔ اس ایراد کا جواب واضح ہے کہ جس طرح ان کتب کی ان کے مؤلفین تک نسبت تواتر سے ثابت ہے۔ اسی طرح ان کے مندرجات کی صحت و صداقت اور ائمہ اہل بیتؑ سے ان کی نسبت بھی ایسے طرق و انحاء اور ایسے قرائن سے ثابت ہے جو موجب اطمینان ہیں۔ لہٰذا یہ اخبار محفوف بالقرائن ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد و اعتبار ہیں۔ اور بعض الفاظ و حروف کا اختلاف جبکہ مفہوم و مطلب ایک ہو قبول روایت میں قادح نہیں ہوتا۔ بلکہ بموجب ؎

عباراتنا شتی و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

(۴) یہ ایراد بھی کیا جاتا ہے کہ فرض کرو کہ متقدمین کے پاس ان احادیث کی صحت کے قرائن موجود تھے۔ جو اب متاخرین کے پاس نہیں ہیں۔ تو وہ کس طرح ان کی تقلید کر کے ان قرائن کو تسلیم کریں؟ اس کا جواب واضح ہے

کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ قرائن اب موجود نہیں ہیں تو کیا ان متقدمین کی وثاقت اور شہادت کہ ان کے پاس ان احادیث کی صحت کے قرائن موجود تھے ہمارے لئے اعتماد کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور کیا ان قرائن کا عدم وجدان ان کے عدم وجود کی دلیل قرار پا سکتا ہے؟ آخر راویوں کے حالات میں بھی تو انہی علماء رجال کی شہادت و وثاقت پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(۵) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس طرح تو علم الرجال کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس علم کی بہرحال ضرورت ہے اور جب کسی روایت کو کسی دوسری روایت پر ترجیح دینا ہو تو اس سلسلہ میں بھی اس کی ضرورت ہے علاوہ بریں اس علم کے کئی فوائد ہیں:

(الف) اس سے ان بعض قرائن کا پتہ چلتا ہے جو متقدمین کو معلوم تھے۔

(ب) تعارض کے وقت ترجیح دینے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(ج) اس سے تواتر معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(د) اس سے ان کتابوں کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے جن پر ہم عمل کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے مصنف ومؤلف کس پایہ کے عالم وفاضل اور عامل کامل تھے الی غیر ذلک من الفوائد و العوائد۔

گیارھواں فائدہ
احادیث مضمرہ[1] کا بیان

جناب شیخ حسن بن حضرت شہید ثانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب منتقی الجمان میں فرماتے ہیں (اور بہت عمدہ فرمایا ہے) کہ بعض اصحاب نے گمان کیا ہے کہ حدیث کا مضمرہ ہونا اس کی صحت کے منافی ہے۔ مگر یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں ایسے قرائن موجود ہوتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ضمیر امام معصوم کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ ہمارے قدیم راوی اور مصنف معصومؑ سے مختلف مسائل دریافت کرتے تھے اور حدیث کی ابتداء میں اس معصوم کا نام نامی بھی لیتے تھے کہ میں نے فلاں امام علیہ السلام سے فلاں مسئلہ دریافت کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا اور بعد ازاں صرف ضمیروں پر اکتفا کرتے ہوئے کہتے کہ میں نے ان سے دریافت کیا۔ ظاہر ہے کہ فصاحت و بلاغت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسا ہی کیا جائے۔ کیونکہ ایک ہی مسلسل اور متصل کلام میں بار بار معصوم کا نام لیا جائے اچھا نہیں لگتا۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے فلاں امام علیہ السلام سے یوں سوال کیا اور انہوں نے یوں جواب دیا۔ پھر کہے: میں نے فلاں امام

[1] مضمرہ اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں معصوم کے نام نامی واسم گرامی کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ صرف ضمیر موجود ہو۔ (احقر مترجم عفی عنہ)

..........سے یوں سوال کیا اور انہوں نے یوں جواب دیا...... ظاہر ہے کہ یہ بات فصاحت و بلاغت کلام کے منافی ہے۔ اس لئے وہ ضمیروں پر اکتفا کرتے تھے اور ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اور یہی بات قرین عقل وخرد ہے۔ لہٰذا ایسی روایت کو معتبر تصور کیا جائے گا اور اس میں قطعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

بارہواں فائدہ

ان قرائن کا بیان جو ان قرائن کے علاوہ ہیں جو پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں اور جو کتب معتمدہ کی حدیثوں کی صحت و وثاقت پر دلالت کرتے ہیں۔

اور یہ قرائن راویانِ اخبار کے حالات وصفات سے مستفاد ہوتے ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ جن حدیثوں کی سند میں یہ حضرات مذکور ہیں وہ احادیث یقیناً قابل اعتماد واعتبار ہیں...... یہاں مصنف علام نے حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق الف سے لے کر یاء تک جو صفحہ ۱۱۶ سے لے کر صفحہ ۳۰۷ تک پھیلا کر بیان کئے ہیں۔ جو اردو دان حضرات کے لئے چنداں مفید نہیں ہیں۔ اسی طرح بعد ازاں ان کے کنی اور القاب کا تذکرہ فرمایا ہے جو سابقہ مباحث کی طرح اس طبقہ کے لئے چنداں مفید نہیں ہیں۔ اور عربی دان حضرات اصل عربی کتاب کی طرف رجوع کر کے اپنا مدعا حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم اس تطویل سے دامن بچاتے ہوئے ان کا تذکرہ نہیں کر رہے اور یہیں عنانِ کلام کو آگے بڑھانے سے روک رہے ہیں۔

ان بعض قرائن کا تذکرہ جن سے کسی راوی کی وثاقت ثابت ہوتی ہے

اس کے باوجود ہم بموجب ﴿الموجود خیر من العدم﴾ کہ "کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے" ان قرائن کا ایک شمہ بیان کرتے ہیں سو واضح ہو کہ یہ قرائن چند قسم کے ہیں اور وہ کسی سند میں ایک اور کسی میں دو اور کسی میں اس سے زیادہ بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ان قرائن میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ علمائے رجال کسی راوی کے ثقہ ہونے کی تصریح کریں بالخصوص جبکہ وہ صحیح العقیدہ بھی ہو اور منجملہ ان قرائن کے ایک یہ بھی ہے کہ علمائے رجال کسی راوی کی مدح وثنا کریں اگرچہ اس کے ثقہ ہونے کی صراحت نہ کریں جبکہ وہ ہمارے اصحاب میں سے ہو، اور منجملہ ان کے ایک قرینہ یہ ہے کہ علمائے رجال راوی کے فاسد العقیدہ ہونے کے باوجود اس کی وثاقت کی صراحت کریں اور منجملہ ان کے ایک قطعی قرینہ یہ ہے کہ وہ کسی راوی کو ان اصحاب سے شمار کریں جن کی روایات کے قبول کرنے پر اجماع ہے اور منجملہ ان کے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی راوی کا شمار ان اصحاب میں کریں جو اصول اربعمائۃ میں سے کسی اصل کا مؤلف ہے اور منجملہ ان کے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ راوی مجہول الحال یا ضعیف ہو مگر علماء نے اس کی کتاب کو صحیح اور قابل اعتماد قرار دیا ہو۔

وہ الفاظ جن سے کسی راوی کی عدالت یا وثاقت ثابت ہوتی ہے

مخفی نہ رہے کہ وہ الفاظ جن سے کسی راوی کی عدالت اور وثاقت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہیں: فلاں شخص عادل ہے، ثقہ ہے، حجہ ہے، صحیح الحدیث ہے۔ (شیخ بہائی اور شہید ثانی)

بعض راویوں کے اجمالی حالات کا تذکرہ

(ا) باب الهمزه

(۱) آدم بن اسحاق قمی:۔ ثقہ ہیں (نجاشی، شیخ طوسی اور علامہ حلی)

(۲) آدم بن متوکل ابوالحسن بیاع اللؤلؤ کوفی:۔ ثقہ ہیں اور ان کی اصل موجود ہے۔ (نجاشی)

(۳) ابان بن تغلب:۔ ثقہ جلیل القدر اور عظیم المنزلہ ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں۔

(۴) ابان بن عبدالملک ثقفی:۔ ہمارے اصحاب کے بزرگوں میں سے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (نجاشی)

(۵) ابان بن عثمان بجلی:۔ یہ ان اصحاب میں سے ہیں کہ جن کی نقل کردہ احادیث کی صحت پر علماء کا اجماع ہے۔ ان کی ایک اصل موجود ہے۔

(۶) ابان بن عمر اسدی:۔ ہمارے اصحاب کے بزرگوں میں سے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔
(نجاشی، ابن داؤد اور علامہ حلی)

(۷) ابراہیم بن ابورافع:۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ ہیں۔ جنگ بدر میں شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کے دامن امامت سے وابستہ رہے اور آپ کا شمار اخیار شیعہ میں ہوتا تھا۔ (نجاشی، رجال علامہ)

(۸) ابراہیم بن ابوالبلاد:۔ یہ ثقہ، قاری اور ادیب تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (نجاشی، رجال علامہ، کشی)

(۹) ابراہیم بن ابوحفص ابو اسحاق الکاتب امام ابومحمد کے اصحاب میں سے بزرگ صحابی ہیں ثقہ اور وجیہہ ہیں۔ (نجاشی، شیخ اور علامہ)

(۱۰) ابراہیم بن ابومحمود خراسانی:۔ ان کی ایک کتاب ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

(۱۱) ابراہیم بن سلیمان :۔ کوفی ہیں وہ ثقہ تھے ان کی ایک کتاب بھی ہے جنہیں تمیمی اور ہلالی بھی کہا جاتا ہے۔ (ایضاً)

(۱۲) ابراہیم بن محمد اشعری قمی :۔ ثقہ ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (نجاشی، علامہ، ابن طاؤس)

وغیرہ وغیرہ مؤلف علام نے ہمزہ کی پٹی میں ایک سو چھہتر (۱۷۶) حضرات کے نام نامی و اسم گرامی ذکر کئے ہیں۔ مگر ہم بنظر اختصار انہی بارہ افراد کے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

باب الباء

مؤلف علام نے اس پٹی میں پچیس (۲۵) حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف چند افراد کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) براء بن عالک انصاری :۔ قابل مدح وثناء ہیں۔ (کشی، رجال علامہ)

(۲) برید بن معاویہ عجلی :۔ ثقہ ہیں، فقیہ ہیں اور ائمہ کی نگاہ امامت میں صاحب جاہ ہیں۔
(نجاشی، کشی، رجال، علامہ وغیرہ)

(۳) بریدہ اسلمی یہ بزرگ ممدوح ہیں۔ (رجال کشی و رجال علامہ)

(۴) بکیر بن اعین :۔ ممدوح ہیں اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ (کشی، نجاشی، رجال علامہ)

(۵) بلال :۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ جنگ بدر میں حاضر تھے۔ اور یہ بزرگ ممدوح ہیں۔ (رجال کشی و رجال علامہ)

باب التاء

مؤلف علام نے اس پٹی میں کل چار نام ذکر کئے ہیں۔ ہم صرف دو افراد کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) تقی بن نجم حلبی مشہور بہ ابو الصلاح :۔ انتہائی ثقہ ہیں اور حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ اور حضرت سید مرتضیٰؒ کے شاگرد رشید ہیں۔

(۲) تمیم بن عمرو کنیت ابوجیش :۔ یہ حضرت امیر علیہ السلام کی جانب سے مدینہ منورہ میں گورنر تھے۔

باب الثاء

مؤلف علام نے اس پٹی میں چھ حضرات کا تذکرہ کیا ہے اور ہم ان میں سے صرف دو افراد کا تذکرہ کر رہے ہیں:

(۱) ثابت بن دینار مشہور بہ ابوحمزہ ثمالی انتہائی قابل وثوق اور معتمد فی الروایہ ہیں یہ حضرت امام زین العابدین علیہ

السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (نجاشی، کشی، رجال علامہ وغیرہ)

(۲) ثعلبہ بن میمون :۔ یہ بزرگوار ہمارے اصحاب میں قابل قدر فقیہ، قاری، نحوی اور ادیب تھے نیکوکار اور کثیر الروایت تھے اور ان کا شمار علماء کبار میں سے ہوتا تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (نجاشی، کشی اور رجال علامہ)

باب الجیم

مؤلف علام نے اس پٹی میں پینتالیس (۴۵) حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہم بنظر اختصار صرف سات حضرات کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

(۱) جابر بن عبداللہ انصاری :۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امیر علیہ السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ جنگ بدر کے علاوہ پورے اٹھارہ عدد غزوات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شرکت فرمائی۔ قابل وثوق اور صاحب مدح وثناء ہیں۔ (رجال شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۲) جابر بن یزید جعفی جناب غضائری اور کشی وغیرہ علمائے رجال نے ان کی مدح وثنا میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ستر ہزار حدیثیں روایت کی ہیں بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ ایک لاکھ چالیس ہزار حدیثیں نقل کی ہیں۔ مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے بعض علماء نے ان کی تضعیف کی ہے مگر ارجح یہ ہے کہ وہ قابل وثوق ہیں۔

(۳) جعفر بن بشیر ابو محمد بجلی الوشاء :۔ ہمارے اصحاب میں سے بڑے عابد و زاہد اور قابل وثوق بزرگ تھے۔ ان کی ایک کتاب بھی تھی۔ (نجاشی، شیخ اور علامہ)

(۴) جعفر بن حسین بن علی بن شہریار ابو المؤمن القمی :۔ ہمارے سب قمی اصحاب کے شیخ اور سربرآوردہ شخصیت کے مالک ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (نجاشی وغیرہ)

(۵) جعفر بن محمد بن یونس احول :۔ یہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور قابل وثوق ہیں بلکہ یہ امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے بھی ہیں۔

(۶) جمیل بن دراج :۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب اور ان سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور انتہائی درجہ کے ثقہ اور ہمارے اصحاب کے بزرگ شمار ہوتے

ہیں۔ اور اصول اربعمأۃ میں سے بعض اصول کے مصنف بھی ہیں۔ اور اصحاب اجماع سے ہیں۔
(نجاشی، کشی، رجال شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۷) جمیل بن صالح اسدی:۔ ثقہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ایک اصل کے مؤلف بھی ہیں۔ (نجاشی، علامہ وشیخ)

باب الحاء

مؤلف علام نے اس پٹی میں ایک سو اناسی (۱۷۹) حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف بیس (۲۰) حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) حارث اعور:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے قابل قدر و مدح اصحاب میں سے ہیں۔
(نجاشی، کشی، رجال شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۲) حارث بن مغیرہ نضری:۔ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور انتہائی قابل وثوق ہیں۔ (نجاشی، کشی، اور رجال علامہ)

(۳) حبابہ والبیہ:۔ جناب کشی وغیرہ نے موصوفہ کی مدح وثنا میں بعض روایات نقل کی ہیں جو ان کے حسن حال پر اور جناب امیر علیہ السلام کے عہد معدلت انگیز سے لے کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دور حیات تک ان کے زندہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں نیز وہ سب سے روایت بھی کرتی ہیں۔ (رجال کشی، وغیرہ۔ واللہ اعلم)

(۴) حبیب بن مظاہر (مظہّر) اسدی:۔ واقعۂ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

(۵) حجر بن عدی کندی حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب اخیار میں سے ہیں حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ اور علامہ حلی نے ان کو ابدال میں سے شمار کیا ہے۔ (رجال شیخ وعلامہ ورجال کشی وغیرہ)

(۶) حذیفہ بن الیمان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارکان اربعہ میں سے ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب باصفا میں سے بھی شمار ہوتے ہیں۔ (رجال شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۷) حریز بن عبداللہ سجستانی کوفی ہیں اور قابل وثوق۔ (رجال شیخ وعلامہ اور ابن شہر اشوب وغیرہ)

(۸) حسن بن الجہم بن بکیر بن اعین ابو محمد سجستانی:۔ قابل وثوق ہیں اور ابو طالب زراری نے اپنے رسالہ میں ان کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔

(۹) حسن بن علی بن یقطین:۔ ثقہ ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے

روایت نقل کرتے ہیں۔اور متکلم اور فقیہہ ہیں۔(نجاشی، کشی، رجال علامہ وغیرہ)

(۱۰) حسن بن محبوب:۔کوفی ہیں اور قابل وثوق ہیں اور نہ صرف یہ کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں بلکہ ان کے ارکانِ اربعہ میں سے ایک ہیں۔

(۱۱) حسن بن موسیٰ نوبختی، ابو محمد، متکلم ہیں، صحیح الاعتقاد وشیعہ امامیہ میں سے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔(شیخ وعلامہ، نجاشی وغیرہ)

(۱۲) حسین بن بشار مدائنی:۔ثقہ اور صحیح ہیں۔مشہور یہ ہے کہ وہ پہلے واقفی تھے اور پھر اس عقیدہ سے رجوع کرلیا۔یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔(رجال کشی، شیخ وعلامہ)

(۱۳) حسین بن روح نوبختی:۔یہ بزرگوار حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے نواب اربعہ میں سے ایک نائب خاص ہیں۔اور بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان ہیں۔(رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ وغیرہ)

(۱۴) حسین بن بسطام اور ان کا بھائی دونوں کتاب طب الائمہ کے مؤلف ہیں جو کہ کثیر الفوائد کتاب ہے۔

(۱۵) حفص بن غیاث عامی المذہب ہیں۔(حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں)۔اور ایک قابل اعتماد کتاب کے مؤلف ہیں۔(رجال شیخ وعلامہ)

(۱۶) حماد بن عیسیٰ ابو محمد جہنی:۔یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ان کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں یہ بڑے ثقہ اور صدوق تھے اور ان کا شمار اصحابِ اجماع میں ہوتا ہے۔جناب کشی نے لکھا ہے کہ انہوں نے پچاس حج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔(نجاشی، کشی، شیخ وعلامہ)

(۱۷) حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی:۔یہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام کے عم بزرگوار تھے اور جنگ احد میں شہادتِ عظمیٰ کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

(۱۸) حمزہ بن یعلی اشعری ابو یعلی قمی:۔یہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام وحضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔اور قابل وثوق راوی ہیں۔(نجاشی وعلامہ)

(۱۹)۔ حنان بن سدیر:۔حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور واقفی المذہب ہیں مگر قابل وثوق ہیں۔(رجال شیخ وعلامہ وابن شہر آشوب)

(۲۰) حمدان بن سلیمان نیشاپوری:۔حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب

میں سے ہیں۔ اور قابل وثوق ہیں۔ (رجال شیخ وعلامہ)

باب الخاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں انیس حضرات کا تذکرہ کیا ہے اور ہم نے بنظر اختصار صرف پانچ حضرات کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) خالد بن زید ابوایوب انصاری:۔ قابل تشکر اصحاب رسولؐ میں سے ہیں۔

(۲) خالد بن سعید ابوسعید قمّاط:۔ کوفی اور ثقہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) خذیمہ بن ثابت ذوالشہادتین:۔ یہ بزرگ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب باصفا میں سے ہیں۔ (رجال کشی ورجال شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۴) خندف بن زھیر:۔ یہ حضرت امیر علیہ السلام کے نزدیک قابل وثوق آدمیوں میں سے تھے۔ (ایضاً)

(۵) خیران الخادم:۔ یہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ (رجال کشی، شیخ اور علامہ)

باب الدال

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں انیس حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف پانچ حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کر رہے ہیں:

(۱) داؤد بن ابی یزید کوفی:۔ قابل وثوق راوی ہیں۔ جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

(۲) داؤد بن سرحان عطار کوفی:۔ یہ بزرگ ثقہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ وغیرہ)

(۳) داؤد بن فرقد:۔ آل بنی سمال کے غلام ہیں۔ اسدی و بصری ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور بڑے قابل وثوق ہیں۔ (رجال نجاشی، شیخ طوسی، علامہ و رجال کشی وغیرہ)

(۴) داؤد بن کثیر رقی:۔ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں اور آپ کے اصحاب میں سے صاحب علم اور صاحب ورع وتقویٰ ہیں۔ (رجال نجاشی اور شہید ثانی در شرح درایہ)

(۵) دعبل بن علی خزاعی:۔ شاعر اہل بیتؑ ہیں جو ایمان اور بلندیٔ مرتبہ میں اس قدر مشہور ہیں کہ کسی ثبوت کے محتاج نہیں ہیں تمام ارباب رجال نے آپ کی بڑی مدح وثنا کی ہے۔ (نجاشی، کشی، شیخ وعلامہ وغیرہ)

باب الذال

مؤلف علام نے اس پٹی میں صرف ایک شخص کا تذکرہ کیا ہے جسے ہم بھی پیش کر رہے ہیں:

(۱) ذریح بن محمد بن یزید ابوالولید محاربی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں اور ایک کتاب کے مؤلف بھی ہیں۔

(رجال نجاشی، علامہ، ابن شہر اشوب وغیرہ)

باب الراء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں سترہ (۱۷) حضرات کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے ہم بنظر اختصار صرف پانچ حضرات کا تذکرہ کر رہے ہیں:

(۱) رافع بن سلمہ اشجعی:۔ کوفی ہیں اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (نجاشی وعلامہ)

(۲) ربیع بن خثیم:۔ آٹھ زاہدوں میں سے ایک ہیں۔ ان سے فضل بن شاذان روایت کرتے ہیں۔

(رجال کشی وعلامہ)

(۳) رشید ہجری:۔ یہ بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۴) رفاعہ بن موسیٰ النخاس:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور نقل روایت میں ثقہ ہیں۔ شیخ نے فرمایا ہے کہ ان کی ایک اصل بھی ہے۔

(رجال نجاشی وشیخ وعلامہ)

(۵) ریان بن الصلت اشعری:۔ قمی ہیں اور خراسانی الاصل ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ وصدوق ہیں۔ (رجال نجاشی، کشی، شیخ وعلامہ وغیرہ)

باب الزاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں کل ستائیس حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف آٹھ حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) زاذان مکنی بابوعمرہ فارسی:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ (رجال شیخ وعلامہ)

(۲) زرین حبیش:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے قابل وثوق اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۳) زرارہ بن اعین:۔ ان میں فضل وکمال کی کئی خوبیاں جمع تھیں مثلاً وہ ایک وقت میں قاری، فقیہ، متکلم اور شاعر و

ادیب اور صدوق تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے ہیں۔ یہ ان چار اصحاب میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿لولا ھؤلاء لاندرست آثار النبوۃ﴾ (اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو آثار نبوت اور ان کے اخبار مٹ جاتے)۔ (رجال کشی ونجاشی وغیرہ)

(۴) زکریا بن آدم بن سعد اشعری قمی:۔ جلیل القدر اور ثقہ ہیں اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں ان کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ (رجال کشی ونجاشی، شیخ وعلامہ)

(۵) زکریا بن عبد الصمد ابو جریر:۔ قمی ہیں اور ثقہ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ (کتب رجال)

(۶) زیاد بن عیسیٰ ابوعبیدہ حذّاء:۔ کوفی ہیں اور ثقہ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ)

(۷) زید بن ارقم:۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تھا۔

(۸) زید بن علی زین العابدین علیہ السلام:۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ان کا شمار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے۔

باب السین

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں اکسٹھ (۶۱) حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہم بنظر اختصار صرف دس حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) سالم بن ابی الجعد:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ (کتب رجال)

(۲) سالم الحناط ابوالفضل:۔ کوفی اور ثقہ ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) سدیر بن حکیم صیرفی:۔ رجال کشی میں ان کی بہت سی مدح وثنا وارد ہوئی ہے۔

(۴) سعد بن سعد اشعری:۔ قمی ہیں اور ثقہ ہیں اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(۵) سعد بن عبداللہ بن ابی خلف اشعری، جلیل القدر اور واسع الاخبار اور ثقہ اور فقیہ ہیں۔ جناب شہید ثانی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں ان کی وثاقت اور جلالت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (شرح درایۃ الحدیث)

(۶) سعید بن المسیب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے اور قابل وثوق ہیں۔

(۷) سلمان فارسی (محمدی) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارکانِ اربعہ میں سے ہیں۔ اور بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان بزرگ ہیں۔

(۸) سلیم بن قیس ہلالی:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اگرچہ ان کی کتاب کی صحت وسقم میں قدرے اختلاف ہے۔ مگر ارجح قول یہی ہے کہ ان کی کتاب قابل اعتماد ہے اور خود بھی ثقہ اور معتمد ہیں۔ (کتاب الغیبۃ نعمانی ورجال کشی وغیرہ)

(۹) سماعہ بن مہران بن عبد الرحمن حضرمی:۔ واقفی ہے۔ مگر ثقہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) سیف بن عمیرہ نخعی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (رجال نجاشی، شیخ، ابن شہر اشوب وغیرہ وغیرہ)

باب الشین

مؤلف نے اس پٹی کے ذیل میں سات حضرات کے نام درج کئے ہیں اور ہم بنظر اختصار صرف دو حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) شاذان:۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے افاضل تلامذہ میں سے ہیں اور فضل بن شاذان کے والد ماجد ہیں۔

(۲) شعیب عقرقوفی ابو یعقوب:۔ یہ ابو بصیر کے بھانجے ہیں۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ان کی ایک اصل بھی ہے۔ (رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ)

باب الصاد

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں چودہ (۱۴) حضرات کا تذکرہ کیا ہے اور ہم بنظر اختصار یہاں صرف تین حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) صباح:۔ یہ بزرگوار عمار ساباطی کا بھائی ہے اور ثقہ ہے۔

(۲) صعصعہ بن صوحان:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے عظیم القدر اصحاب میں سے ہیں۔ (رجال کشی وعلامہ)

(۳) صفوان بن یحییٰ ابو محمد بجلی بیاع السابری:۔ کوفی ہے اور ثقہ ہے۔ یہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال کشی ونجاشی وغیرہ)

باب الضاد

مؤلف علام نے اس پٹی کے ضمن میں دو حضرات کے حالات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف ایک کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) ضریس بن عبدالملک بن اعین شیبانی:۔ فاضل اور قابل وثوق آدمی ہیں۔ (رجال کشی و علامہ)

باب الطاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں چار حضرات کے اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں مگر ہم بنظر اختصار صرف ایک صاحب کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) طلاب بن حوشب: یہ کوفہ کے باشندہ اور قابل وثوق ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی و علامہ)

باب الظاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ضمن میں کل دو (۲) حضرات کا تذکرہ کیا ہے ہم ان میں سے صرف ایک شخص کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ظریف بن ناصح:۔ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور روایت حدیث میں قابل وثوق اور سچے ہیں۔ (رجال نجاشی و علامہ)

باب العین

مؤلف علام نے اس پٹی کے ضمن میں کل دوسو پچانوے (۲۹۵) حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار ان میں سے صرف پینتیس (۳۵) حضرات کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) عاصم بن حمید حناط:۔ کوفہ کے باشندہ اور قابل وثوق اور صدوق ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی و علامہ)

(۲) عامر بن عبد قیس:۔ یہ بزرگوار آٹھ عباد و زہاد میں سے ایک ہیں جو حضرت امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔ (رجال کشی و علامہ)

(۳) عبدالرحمن بن الحجاج بجلی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ اور نقل روایت میں ثقہ و صدوق ہیں۔ (رجال کشی و نجاشی و علامہ و ارشاد شیخ مفید)

(۴) عبدالسلام بن صالح ابوالصلت الھروی:۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ اور صحیح الاعتقاد شیعہ ہیں۔ جناب شیخ سے اشتباہ ہوا ہے جو انہیں عامی المذہب قرار دیا ہے۔
(رجال کشی ونجاشی، شہید ثانی، علامہ وشیخ صدوقؒ)

(۵) عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالبؑ:۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے اور چار اماموں کے صحابی ہیں یعنی حضرت امام علی رضا علیہ السلام، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام۔ آپ بڑے عابد وزاہد تھے۔ ان کا اپنے عقائد حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کا واقعہ اور امام علیہ السلام کا یہ فرما کر ان کی تصدیق کرنا کہ ﴿ھذا دینی و دین آبائی﴾ ''یہی میرا اور میرے آباء واجداد کا دین ہے'' ان کی جلالت قدر پر دلالت کرتا ہے۔
(رجال نجاشی وعلامہ، شیخ صدوقؒ وغیرہ)

(۶) عبداللہ بن ابی یعفور:۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور قابل وثوق اور جلیل القدر ہیں۔ یہ قاریٔ قرآن تھے اور مسجد کوفہ میں قرأت کرتے تھے۔ (رجال نجاشی وکشی وعلامہ وغیرہ)

(۷) عبداللہ بن بکیر بن اعین ابوعلی شیبانی:۔ کوفے کے باشندہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور کثیر الروایت ہیں۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے موصوف کو فطحی المذہب قرار دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ان کی وثاقت کے قائل ہیں۔ (رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ وغیرہ)

(۸) عبداللہ بن جعفر بن الحسین حمیری ابوالعباس قمی:۔ اپنے دور کے قمی حضرات کے شیخ تھے۔ یہ بزرگ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ (رجال نجاشی وشیخ وعلامہ وغیرہ)

(۹) عبداللہ بن جندب بجلی کوفہ کے رہنے والے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ اور عظیم المنزلہ ہیں۔ (ایضاً)

(۱۰) عبداللہ بن سنان:۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور بڑے قابل وثوق ہیں۔ اور کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ (ایضاً)

(۱۱) عبداللہ بن عباس:۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور حضرت امیر علیہ السلام کے شاگرد رشید اور مخلص صحابی بھی ہیں اور ان کا علمی وعملی مقام اور حضرت امیر علیہ السلام سے ان کا اخلاص کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ (ایضاً)

(۱۲) عبداللہ بن علی بن الحسین :۔ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے صدقات کے متولی تھے اور فاضل وفقیہہ تھے اور اپنے آباء واجداد کے سلسلۂ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۱۳) عبداللہ بن محمد اسدی ابوبصیر :۔ یہ بزرگ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۱۴) عبداللہ بن محمد بن خالد طیالسی ابوالعباس :۔ قابل وثوق راوی اور صحابی ہیں۔ (ایضاً)

(۱۵) عبداللہ بن مُسکان :۔ یہ صادقین علیہما السلام کے ان ثقہ وصدوق اصحاب میں سے ہیں کہ جن کی روایات کے قابل قبول ہونے پر اجماع ہے۔ (ایضاً)

(۱۶) عبداللہ بن المغیرہ ابومحمد بجلی :۔ یہ بزرگوار کوفہ کے باشندہ ہیں اور ثقاہت و ورع اور جلالت میں کم نظیر ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۱۷) عبداللہ بن میمون قداح :۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی سے روایت بھی کرتے ہیں اور بڑے قابل وثوق بزرگ ہیں۔ (ایضاً)

(۱۸) عبداللہ بن یحییٰ کاہلی ابومحمد :۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قابل احترام اصحاب میں سے ہیں۔ جن کی آپؑ نے علی بن یقطین سے سفارش کی تھی۔ (رجال نجاشی، کشی وعلامہ)

(۱۹) عبدالملک بن اعین :۔ امامین علیہما السلام کے مخلص اصحاب اور ان سے روایت کرنے والے قابل وثوق راوی ہیں۔ (ایضاً)

(۲۰) عبیداللہ بن ابی رافع :۔ یہ حضرت امیر علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے اور آپؑ کے کاتب بھی تھے۔ (ایضاً)

(۲۱) عثمان بن حنیف :۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابق صحابۂ کرام میں سے ہیں جو آپؐ کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کے دامن امامت سے وابستہ رہے اور آپ کے ظاہری دور خلافت میں آپ کی طرف سے بصرہ پر عامل تھے۔ (ایضاً)

(۲۲) عدی بن حاتم الطائی :۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور حضرت امیر علیہ السلام کے خواص میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۲۳) علا بن رزین العلا ثقفی :۔ یہ کوفہ کے باشندہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی

سے روایت کرتے ہیں، ثقہ اور جلیل القدر ہیں۔ (ایضاً)

(۲۴) علی بن ابوحمزہ بطائنی :۔ واقفی ہے اور ضعیف مگر مشہور یہ ہے کہ اس کی ایک اصل (کتاب) ہے۔ اور یہ ابوبصیر کے قائد تھے لہٰذا ان کی کتاب قابل اعتماد ہے۔ (ایضاً)

(۲۵) علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام :۔ یہ بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی ہیں اور اپنے والد ماجد، بھائی اور بھتیجے (حضرت امام علی رضا علیہ السلام) کے صحابی ہیں اور بڑے متقی و پرہیزگار اور راویۃ الحدیث ہیں اور وہ زیادہ تر اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہی روایت کرتے ہیں۔ بہرحال ان کی وثاقت اور جلالت اس سے بلند ہے کہ بیان کی جائے۔ (ایضاً)

(۲۶) علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی :۔ یہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد ماجد ہیں اور جلیل القدر عالم دین ہیں اور اپنے دور کے تمام قمی حضرات کے رأس رئیس ہیں۔ جب عراق تشریف لائے تو امام زمانہؑ کے نائب خاص جناب حسین بن روح کے توسط سے صاحب العصر علیہ السلام سے خط و کتابت رہی اور بعض رقعوں میں انہوں نے آپ سے استدعا کی کہ آپ بارگاہ خداوندی میں دعا کریں کہ وہ رحیم و کریم ان کو اولاد نرینہ کی دولت سے مالا مال کرے۔ چنانچہ ناحیۂ مقدسہ سے جواب آیا کہ ہم نے تمہارے لئے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی ہے اور وہ تمہیں دو لائق و فائق بیٹے عطا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے ہاں جناب ابوجعفر (شیخ صدوق) اور ان کے بھائی جناب ابوعبداللہ پیدا ہوئے۔ بہرحال یہ شیخ بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان عالم عامل اور بکثرت کتب مفیدہ کے مصنف و مؤلف تھے۔ (ایضاً)

(۲۷) علی بن مہزیار اہوازی ابوالحسن :۔ یہ بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب اور خواص میں سے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے بھی اور اپنے دور میں بعض علاقوں میں ان کے وکیل بھی رہے ہیں اور ان کے بارے میں ائمہؑ نے توقیعات بھی صادر فرمائی ہیں۔ بہرحال ان کی وثاقت اور صحت اعتقاد اور جلالت قدر کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ (ایضاً)

(۲۸) علی بن یقطین بن موسیٰ بغدادی :۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے ہیں اور ان سے بکثرت روایات نقل کرتے ہیں مگر انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی ایک حدیث نقل کی ہے بہرحال ان کی وثاقت اور جلالت قدر کسی صراحت کی محتاج نہیں ہے۔ جناب کشی نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے انہیں جنت کی ضمانت دی ہے۔ زہے نصیب۔ (ایضاً)

(۲۹) عمار ساباطی اور ان کے دونوں بھائی قیس اور صباح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام کے صحابی ہیں اور اگرچہ بدقسمتی سے بدعقیدہ ہو گئے یعنی فطحی المذہب تھے (یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے امامت کا اقرار کرنے کی بجائے ان کے بھائی عبداللہ افطح کی امامت کے قائل تھے) مگر نقل روایت میں ثقہ تھے لہذا ہمارے سب علماء نے ان کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے عدۃ الاصول میں فرمایا ہے کہ ہمارے پورے طائفہ کا عمار، سکونی اور ان جیسے لوگوں کی روایات پر عمل کرنے کے بارے میں اجماع واتفاق پایا جاتا ہے۔ (ایضاً)

(۳۰) عمار بن یاسر ابوالیقظان:۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام کے خاص مخلص اصحاب باصفا میں سے ہیں۔ انہی کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عمار سر سے لے کر پاؤں تک ایمان سے لبریز ہیں اور وہ حضرت امیر علیہ السلام کے شرطۃ الخمیس میں سے ہیں اور آپ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے اور آپ اُن خوش قسمت اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے جنگ صفین میں آپ کی حمایت میں باغیوں سے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور شہادت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔ (ایضاً)

(۳۱) عمرو بن الحمق خزاعی:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے خواص اصحاب اور حواریین میں سے ہیں اور وہ بکثرت فضائل ومناقب کے حامل ہیں۔ (ایضاً)

(۳۲) عمر بن اُذینہ:۔ یہ بزرگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور نقل روایات میں وہ ثقہ ہیں ان کی ایک کتاب بھی ہے جسے ابن ابی عمیر روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

(۳۳) عمر بن حنظلہ:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ اگرچہ علمائے رجال نے ان کی وثاقت یا عدم وثاقت کی صراحت نہیں کی ہے۔ مگر عام طور پر علماء کرام ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ اور انہی کے توسط سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وہ طویل حدیث منقول ہے جس میں تعارض اخبار کے وقت ترجیح کے اسباب گنوائے گئے ہیں جو مقبولۂ عمر بن حنظلہ کے نام سے مشہور ہے۔ (ایضاً)

(۳۴) عیسیٰ بن صبیح عزرمی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۳۵) عیسیٰ بن عبداللہ القمی:۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

باب الغین

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں تین حضرات کے حالات بیان کئے ہیں مگر ہم بنظر اختصار صرف ایک شخص کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) غیاث بن ابراہیم تمیم اسدی:۔ اگرچہ تبری المذہب ہے مگر ثقہ ہے۔ (رجال نجاشی وشیخ)

باب الفاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں چودہ حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف پانچ افراد کا تذکرہ کر رہے ہیں:

(۱) فارس بن سلیمان ابوشجاع ارجانی:۔ ہمارے اصحاب میں سے بزرگ آدمی ہیں اور کثیر الادب والحدیث ہیں۔ (رجال نجاشی وشیخ)

(۲) فرزدق شاعر ابوفراس ہمدانی:۔ یہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ امام موصوف اور دیگر ائمہ اطہارؑ کے بارے میں ان کے بہت سے قصائد ومراثی موجود ہیں۔ جلیل القدر ہیں اور ان کا قصیدۂ میمیہ تو آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ ؎

هذا الذی تعرف البطحاء وطئتهٗ		و البیت یعرفه و الحل و الحرم

جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ (ایضاً)

(۳) فضل بن شاذان بن خلیل ابومحمد نیشاپوری:۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام وحضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ ثقہ اور جلیل القدر ہیں اور عظیم الشان متکلم ہیں۔ الغرض ہمارے اصحاب فقہاء میں سے جلیل القدر فقیہ ومتکلم ہیں۔ (رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ وغیرہ)

(۴) فضل بن یسار ابوالقاسم عربی وبصری ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ جلیل القدر ہیں۔ (ایضاً)

(۵) فیض بن المختار خثعمی:۔ کوفہ کے باشندہ ہیں اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام وحضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق آدمی ہیں۔ (ایضاً)

باب القاف

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں سولہ (۱۶) حضرات کے نام گنوائے ہیں مگر ہم بنظر اختصار ان میں سے صرف پانچ افراد کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) قاسم بن برید بن معاویہ عجلی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق راوی ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

(۲) قتیبہ بن محمد اعشیٰ مؤدِّب ابومحمد المقری:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۳) قنبر:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے غلام خاص ہیں۔ مشکورین میں سے ہیں۔ جناب کشی نے اپنے رجال میں ان کی بڑی مدح وثنا کی ہے۔ (ایضاً)

(۴) قیس ابواسماعیل:۔ کوفہ کے باشندہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں اور قابل قبول ہیں۔ (ایضاً)

(۵) قیس بن سعد بن عبادہ:۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام کے ان سابقین اولین میں سے ہیں جنہوں نے پہلے دور خلافت میں سقیفائی خلیفہ کی بیعت نہیں کی تھی اور مدت العمر حضرت امیر علیہ السلام کے دامن امامت وولایت سے وابستہ رہے۔ (ایضاً)

باب الکاف

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں دس (۱۰) حضرات کے مختصر حالات درج کئے ہیں اور ہم بنظر اختصار صرف تین حضرات کے حالات پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) کثیر بن کلثم ابوالحارث:۔ کوفہ کے باشندہ ہیں اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور نقل روایت میں ثقہ ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ وغیرہ)

(۲) کمیت بن زید اسدی:۔ مشہور شاعر اہل بیتؑ ہیں۔ جناب کشیؒ نے اپنے رجال میں ان کی بڑی مدح وثنا کی ہے۔ (رجال کشی ونجاشی وغیرہ)

(۳) کمیل بن زیاد نخعی:۔ حضرت امیر علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے خاص جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن کے نام سے دعائے کمیل مشہور ہے جو حضرت امیر علیہ السلام نے ان کو تعلیم دی تھی جو ہر شب جمعہ اور نیمۂ شعبان میں پڑھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

باب اللام

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں کل دو حضرات کے حالات درج کئے ہیں ہم بھی ان دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف غامدی ابو مخنف :۔ کوفہ کے صاحبانِ اخبار کے شیخ تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (مشہور مقتل ابی مخنف کے مؤلف ہیں)۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

(۲) لیث بن البختری المرادی ابو بصیر اور ابو محمد :۔ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ان اصحاب میں سے ہیں کہ جن کی نقل کردہ روایات پر عمل کرنے پر علماء کا اجماع ہے۔ (ایضاً)

باب المیم

مؤلف علام نے اس سلسلہ میں کل دو سو ستاون (۲۵۷) حضرات کے مختصر حالات زندگی بیان کئے ہیں مگر ہم بنظر اختصار ان میں سے صرف پچیس (۲۵) حضرات کے حالات بیان کر رہے ہیں:

(۱) مالک بن حارث اشتر :۔ حضرت امیر علیہ السلام کے جلیل القدر اور عظیم المنزلہ جان نثار اصحاب میں سے ہیں اور عہد علوی کے دور کی جنگوں میں حضرت امیر علیہ السلام کی فوج ظفر موج کے کمانڈر انچیف تھے۔ یہی وہ مالک اشتر ہیں کہ جن کی شہادت پر حضرت امیر علیہ السلام رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿کان لی کما کنت لرسول اللہ﴾ (یہ اسی طرح میرے قوت بازو تھے جس طرح میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قوت بازو تھا)۔ اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن کے نام مولائے کائنات علیہ السلام نے مشہور عہد نامہ لکھا تھا۔ (رجال نجاشی وکشی وشیخ وعلامہ وغیرہ)

(۲) مالک بن عطیہ احمسی بجلی کوفی :۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۳) محمد بن ابو جعفر ملقب بہ مؤمن طاق :۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۴) محمد بن ابو بکر :۔ حضرت امیر علیہ السلام کے جلیل القدر خاص اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۵) محمد بن ابی عمیر مکنٰی بہ ابو احمد :۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام دونوں کے اصحاب میں سے ہیں اور دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ بڑے عبادت گزار اور پرہیزگار تھے اور عامہ وخاصہ کے نزدیک بہت ہی قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۶) محمد بن اسماعیل بن بزیع :۔ بڑے صالح العمل اور ثقہ آدمی تھے اور اصحاب ائمہ میں بلند مقام پر فائز تھے۔ (ایضاً)

(۷) محمد بن الحسن بن زیاد المیثمی ابو جعفر :۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور بڑے ثقہ آدمی ہیں۔ (ایضاً)

(۸) محمد بن خالد ابرقی:۔ یہ بزرگوار تین اماموں یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۹) محمد بن سنان ابوجعفر زاہری:۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور ان کی توثیق وتضعیف میں علماء رجال میں اختلاف ہے۔ جناب کشی ان کی توثیق کے قائل ہیں اور نجاشی اور شیخ طوسیؒ ان کی تضعیف کے قائل ہیں۔ (ایضاً)

(۱۰) محمد بن علی بن ہلال:۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ ان کی مدح وذم اور مدح وقدح اور وثاقت وعدم وثاقت میں قدرے اختلاف ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب الغیبہ میں ان کا شمار مذمومین میں کیا ہے اور علامہ نے توقف کیا ہے۔ (ایضاً)

(۱۱) محمد بن علی بن محبوب اشعری قمی:۔ یہ بزرگوار اپنے دور میں اہل قم کے شیخ تھے اور نہایت قابل وثوق تھے۔

(رجال نجاشی وعلامہ)

(۱۲) محمد بن فرج رخجی:۔ یہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام، حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت بھی کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۱۳) محمد بن قیس ابوعبداللہ بجلی:۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۱۴) محمد بن مسلم ابوجعفر:۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مخلص اصحاب باصفا میں سے ہیں اور اوثق الناس ہیں۔ جناب کشی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تیس ہزار اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سولہ ہزار حدیثیں نقل کی ہیں ان کے دل ودماغ میں جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اس کے بارے میں امام علیہ السلام سے سوال کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۱۵) محمد بن یونس:۔ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں ہیں۔ (رجال شیخ وعلامہ)

(۱۶) مرازم بن حکیم ازدی مدائنی:۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۱۷) معاویہ بن عمار:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۱۸) معاویہ بن وھب بجلی :۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۱۹) معلی بن خنیس :۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ہیں ان کی مدح و قدح میں اختلاف ہے۔ جناب شیخ طوسیؒ نے ان کی مدح کی ہے اور نجاشی نے ان کی قدح کی ہے اور کشی نے مدح و قدح ہر دو قسم کی روایتیں درج کر دی ہیں۔ (ایضاً)

(۲۰) معمر بن ابو الخلاد بغدادی ہیں اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے صحابی ہین اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور قابل وثوق ہیں۔ (ایضاً)

(۲۱) مفضل بن عمر جعفی :۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ یہی رسالہ توحید مفضل کے راوی ہیں۔ جب کہ شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اور کشی نے رجال کشی میں ان کی بہت مدح کی ہیں۔ مگر نجاشی نے اپنے رجال میں اور علامہ حلی نے اپنے رجال میں ان کی تضعیف کی ہے۔ بہر حال زیادہ تر علماء کا رجحان ان کی مدح اور توثیق کی طرف ہے۔ (ایضاً)

(۲۲) مقداد بن اسود :۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب باصفا میں سے ہیں اور آپ کے ارکانِ اربعہ میں سے دوسرے رکن ہیں۔ جلیل القدر اور عظیم الشان صحابی ہیں۔ (ایضاً)

(۲۳) منصور بن حازم بجلی :۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۲۴) موسیٰ بن اکیل نمیری :۔ کوفی اور ثقہ ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۲۵) میثم بن یحییٰ تمار :۔ حضرت امیر علیہ السلام کے ان مخلص اصحاب باوفا میں سے تھے جنہوں نے ہر آسائش اور سختی میں شدت و رخاء میں۔ آپ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ ان کی محبت میں اپنی جان کا نذرانہ بھی جان آفرین کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ (ایضاً)

باب النون

مؤلف علام نے اس پٹی کے ذیل میں پندرہ حضرات کے نام درج کیے ہیں اور ہم بنظر اختصار صرف چھ افراد کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) **نصر بن قابوس اللخمی** :۔ یہ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ

السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور انہی کے صحابی ہیں اور ان ائمہ کے نزدیک صاحب منزلت ہیں۔ (رجال نجاشی، شیخ وعلامہ وغیرہ)

(۲) نصر بن سوید صیرفی:۔ کوفہ کے باشندہ ہیں، ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں۔ (ایضاً)

(۳) نصر بن محمد ھمدانی:۔ ثقہ ہیں اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

(۴) نضلہ بن عبداللہ مکنّٰی بہ ابو برزہ اسلمی:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اصحاب میں سے بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ (ایضاً)

(۵) نعیم قابوسی:۔ ان کے متعلق جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے اور بڑے اہل علم اور اہل ورع وتقویٰ تھے۔ (الارشاد)

(۶) نوح بن شعیب بغدادی:۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے صاحب فقہ ومعرفت بزرگوار ہیں۔ (کتب رجال)

باب الواو

مؤلف علام نے اس باب کے ضمن میں آٹھ حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہم بنظر اختصار صرف تین افراد کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) وردان ابو خالد کابلی:۔ ان کا لقب کنکر ہے۔ جناب کشی کے قول کے مطابق یہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے۔ اور بڑے ثقہ تھے۔ (رجال کشی، شیخ جامع الرواۃ وغیرہ)

(۲) وھب بن عبد ربہ:۔ یہ کوفہ کے باشندے تھے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ جناب کشی نے روایت کی ہے کہ وھب اور ان کے بھائی سب کوفہ کے باشندے اور فاضل وثقہ آدمی تھے۔ (النجاشی والکشی وجامع الرواۃ وغیرہ)

(۳) وھیب بن خالد البصری:۔ یہ قابل وثوق ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

باب الھاء

مؤلف علام نے اس باب کے ذیل میں بیس (۲۰) حضرات کا تذکرہ کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار ان میں سے صرف سات حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) ہارون بن جہم بن ثویر:۔ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ آدمی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وشیخ وجامع الرواۃ)

(۲) ہارون بن حمزہ غنوی صیرفی:۔ کوفہ کے باشندہ اور ثقہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

(۳) ہارون بن خارجہ:۔ کوفی اور ثقہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

(۴) ہارون بن موسیٰ بن احمد بن سعید تلعکبری:۔ کنیت ابومحمد ہے، جلیل القدر اور واسع الروایت بزرگ ہیں۔ (ایضاً)

(۵) ہشام بن الحکم ابومحمد کندی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں اور بڑے ثقہ وصدوق ہیں۔ امامت کے موضوع پر ان کے مخالفین کے ساتھ مناظرات ہیں۔ وہ بڑے اچھے متکلم اور حاضر جواب تھے۔ انہوں نے تحقیقی شکل میں مذہب حق کو پیش کیا ہے۔ (رجال نجاشی، کشی، شیخ اور جامع الرواۃ وغیرہ)

(۶) ہشام بن سالم جوالیقی:۔ یہ بھی امامین کے جلیل القدر صحابی ہیں اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

(۷) الھیثم بن محمد ثمالی:۔ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ آدمی ہیں۔ (رجال نجاشی وعلامہ)

باب الیاء

مؤلف علام نے اس پٹی کے ضمن میں تینتالیس (۴۳) حضرات کا ذکرِ خیر کیا ہے مگر ہم بنظر اختصار صرف دس افراد کے تذکرہ پر اکتفا کر رہے ہیں:

(۱) یحییٰ بن ام الطویل کشی نے اپنے رجال میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے۔ اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ ثقہ آدمی ہیں۔ (رجال نجاشی، شیخ، جامع الرواۃ)

(۲) یحییٰ بن الحجاج کرخی:۔ بغداد کے رہنے والے اور قابل وثوق ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ (خلاصۃ الاقوال، رجال شیخ، جامع الرواۃ)

(۳) یحییٰ بن سعید قطان ابوزکریا:۔ عامی المذہب ہیں مگر ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۴) یحییٰ بن قاسم ابوبصیر اسدی:۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ایضاً)

(۵) یعقوب بن اسحاق السکیت ابو یوسف امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کے مخصوص اصحاب میں سے تھے اور علوم عربیہ اور لغت کے بڑے عالم تھے۔ یہی وہ بزرگوار ہیں جن کو متوکل عباسی نے تشیع کے جرم میں شہید کیا

تھا۔ (رجال نجاشی، خلاصۃ الاقوال، شیخ و جامع الرواۃ)

(۶) یعقوب بن سالم احمر:۔ یہ اسباط ابن سالم کے بھائی ہیں اور ثقہ آدمی ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ (ایضاً)

(۷) یعقوب بن یزید بن حماد انباری ابو یوسف الکاتب:۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے بھی روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں باپ بیٹا ثقہ تھے۔ (ایضاً)

(۸) یعقوب بن یقطین:۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور ثقہ تھے۔ (ایضاً)

(۹) یونس بن عبد الرحمٰن ابو محمد:۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور انہی سے روایت کرتے ہیں۔ یہ اصحاب اجماع میں سے ہیں۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام علم اور تقویٰ میں ان کی طرف لوگوں کو اشارہ کرتے تھے۔ جناب کشی نے فضل بن شاذان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ وہ عبادت گزار ہیں کہ جنہوں نے چون (۵۴) حج اور چون (۵۴) عمرے ادا کئے تھے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کا علم چار اشخاص کی طرف منتقل ہوا جن میں سے ایک جناب یونس بن عبد الرحمٰن ہیں۔ (ایضاً)

(۱۰) یونس بن یعقوب ابو علی الحلاب الدھنی:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے عظیم صحابی اور ثقہ ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ وہ فطحی تھے مگر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اس عقیدہ سے باز آگئے۔ (ایضاً)

بعض اُن راویوں کا تذکرہ جو اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں جیسے ابو فلاں یا ابن فلاں......، اور یہ بہت سے افراد ہیں۔

یہاں چند حضرات کا ذکر خیر کیا جاتا ہے:

(۱) ابو الاحوص بصری:۔ یہ صاحب امامیہ کے جلیل القدر متکلمین میں سے ہیں جن سے جناب حسن بن موسیٰ نوبختی نے ملاقات کی ہے اور ان سے علمی فیض پایا ہے۔

(۲) ابو اسامہ:۔ اس سے مراد جناب زید شحام ہیں۔

(۳) ابو اسماعیل السراج:۔ اس سے عبداللہ بن عثمان فرازی مراد ہیں۔

(۴) ابو ایوب انصاری:۔ ان کا اسم گرامی خالد بن زید ہے صحابی ہیں۔

(۵) ابو بردہ ازدی ان کا نام ہانی ہے اور یہ ممدوح ہیں۔

(۶) ابو برزہ اسلمی :۔ ان کا نام فضلہ ہے اور یہ حضرت امیر علیہ السلام کے مخلص اصحاب باصفا میں سے ہیں۔

(۷) ابو بشیر بجلی :۔ ان کا نام ابان بن محمد ہے۔

(۸) ابو بصیر اسدی :۔ ان کا نام عبداللہ بن محمد اسدی ہے۔

(۹) ابو بصیر بختری :۔ ان کا نام لیث بن البختری ہے۔

(۱۰) ابو بکر حضرمی :۔ ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے۔

(۱۱) ابو البلاد :۔ ان کا نام یحییٰ بن سلیم ہے۔

(۱۲) ابو الجحاف :۔ ان کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔

(۱۳) ابو حیان :۔..... ثقہ ہیں۔

(۱۴) ابو جریر قمی :۔ جناب کشی نے ان کی مدح کی ہے۔

(۱۵) ابو جعفر احول :۔ ان کا نام محمد بن علی بن نعمان ہے۔

(۱۶) ابو جعفر رواسی :۔ ان کا نام محمد بن الحسن بن ابو سارہ ہے۔

(۱۷) ابو جعفر زیات :۔ ان کا نام محمد بن الحسین بن ابی خطاب ہے۔

(۱۸) ابو جعفر مؤمن الطاق :۔ ان کا نام محمد بن علی بن نعمان ہے۔

(۱۹) ابو الجہم :۔ ان کا نام بکیر بن اعین ہے۔

(۲۰) ابو الحسن مکفوف :۔ ان کا نام علی بن خلید ہے۔

(۲۱) ابو الحسن نخعی :۔ ان کا نام علی بن نعمان ہے۔

(۲۲) ابو الحسین اسدی واشعری :۔ ان کا نام محمد بن جعفر بن محمد بن عون ہے۔

(۲۳) ابو الحسین نخعی :۔ ان کا نام ایوب بن نوح ہے۔

(۲۴) ابو حمزہ ثمالی :۔ ان کا نام نامی ثابت بن دینار ہے۔

(۲۵) ابو حنیفہ سائق الحاج ان کا نام سعید بن بنان ہے۔

(۲۶) ابو حیان :۔ ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے۔

(۲۷) ابو خالد کابلی :۔ ان کا نام وردان اور لقب کنکر ہے۔

(۲۸) ابو خدیجہ ان کا نام سالم بن مکرم ہے۔

(۲۹) ابو ذر :۔ ان کا اسم گرامی جندب ہے۔

(۳۰) ابوساسان:۔ان کا نام حصین بن منذر ہے۔

(۳۱) ابوسعید خدری:۔ یہ ان اصحاب رسولؐ میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تھا۔

(۳۲) ابوسعید قماط:۔ان کا نام خالد بن سعید ہے۔

(۳۳) ابوسلیمان حماد:۔ان کا نام داؤد بن سلیمان ہے۔

(۳۴) ابوسیّار:۔ان کا نام مسمع بن عبدالملک ہے۔

(۳۵) ابوشعیب محاملی:۔ان کا نام صالح بن عبداللہ ہے۔

(۳۶) ابوالصباح کنانی:۔ان کا نام ابراہیم بن نعیم ہے۔

(۳۷) ابوالصلت هروی:۔ان کا نام عبدالسلام ہے۔

(۳۸) ابوطالب قمی:۔ان کا نام عبداللہ بن الصلت ہے۔

(۳۹) ابوطاہر:۔ان کا نام حمزہ بن یسع ہے۔

(۴۰) ابوطاہر زراری:۔ان کا نام محمد بن عبداللہ بن احمد ہے۔

(۴۱) ابوالطفیل:۔ان کا نام عامر بن واثلہ ہے۔

(۴۲) ابوالعباس بقباق:۔ان کا نام فضل بن عبدالملک ہے۔

(۴۳) ابوالعباس حمیری:۔ان کا نام عبداللہ بن جعفر ہے۔

(۴۴) ابوعبداللہ جدلی:۔ان کا نام عبید بن عبد ہے۔

(۴۵) ابوعبداللہ صفوانی:۔ان کا نام محمد بن احمد ہے۔

(۴۶) ابوعبیدہ حذاء:۔ان کا نام زیاد بن عیسیٰ ہے۔

(۴۷) ابوعلی اشعری:۔ان کا نام محمد بن عیسیٰ بن عبداللہ بن سعد ہے۔

(۴۸) ابوعلی بن راشد:۔ان کا نام حسن ہے۔

(۴۹) ابوعلی صولی:۔ان کا نام احمد بن محمد بن جعفر ہے۔

(۵۰) ابوعمرو فارسی:۔ان کا نام زاذان ہے۔حضرت امیر علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔

(۵۱) ابوعمرہ انصاری:۔حضرت امیر علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے ہیں۔

(۵۲) ابوغالب زراری:۔ان کا نام احمد بن محمد بن سلیمان ہے۔

(۵۳) ابوالفرج قزوینی:۔ان کا نام محمد بن ابوعمران ہے۔

(۵۴) ابوالفضل ثقفی:۔ ان کا نام عباس بن عامر ہے۔

(۵۵) ابوالفضل حناط:۔ ان کا نام سالم ہے۔

(۵۶) ابوالقاسم کوفی:۔ ان کا نام حمید بن زیاد ہے۔

(۵۷) ابولیلیٰ:۔ حضرت امیر علیہ السلام کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔

(۵۸) ابومحمد اسکافی:۔ ان کا نام علی بن بلال ہے۔

(۵۹) ابومحمد حجال:۔ ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے۔

(۶۰) ابومریم انصاری:۔ ان کا نام عبداللہ بن قاسم ہے۔

(۶۱) ابومعاویہ بجلی:۔ ان کا نام عمار دھنی ہے۔

(۶۲) ابوالمعزا:۔ ان کا نام حمید مثنیٰ ہے۔

(۶۳) ابوولاد:۔ ان کا نام حفص بن سالم ہے۔

(۶۴) ابوھمام:۔ ان کا نام اسماعیل بن ھمام ہے۔

(۶۵) ابوالھیثم بن التیھان:۔ یہ بزرگوار حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تھا۔

(۶۶) ابویحییٰ جرجانی:۔ ان کا نام احمد بن محمد بن داؤد ہے۔

(۶۷) ابویحییٰ:۔ ان کا نام حکم بن سعد حنفی ہے۔ یہ حضرت امیر علیہ السلام کے شرطۃ الخمیس میں سے تھے۔

(۶۸) ابویعقوب الطائی:۔ ان کا نام اسحاق بن یزید ہے۔

(۶۹) ابوالیقظان الساباطی:۔ ان کا نام عمار ہے۔

اُن راویوں کا تذکرہ جن کی کنیت ابن سے شروع ہوتی ہے

(۷۰) ابن ابی الجعدان کا نام سالم ہے۔

(۷۱) ابن ابی سعید المکاری:۔ ان کا نام حسین

(۷۲) ابن ابی عقیل:۔ ان کا نام حسن بن عیسیٰ ہے۔

(۷۳) ابن اخی خلاد:۔ ان کا نام حکم بن حکیم ہے۔

(۷۴) ابن بطہ:۔ ان کا نام محمد بن جعفر بن احمد ہے۔

(۷۵) ابن الجنید:۔ ان کا نام محمد بن احمد ہے۔

(۷۶) ابن حمدان الکاتب :۔ ان کا نام احمد بن ابراہیم ہے۔

(۷۷) ابن داؤد :۔ ان کا نام محمد بن احمد ہے۔

(۷۸) ابن السکیت :۔ ان کا نام یعقوب بن اسحاق ہے۔

(۷۹) ابن شاذان :۔ ان کا نام فضل ہے۔

(۸۰) ابن طاؤس :۔ ان کا نام سید احمد بن موسیٰ ہے۔

(۸۱) ابن فضال :۔ ان کا نام علی بن الحسن ہے۔

(۸۲) ابن قتیبہ :۔ ان کا نام علی بن محمد ہے۔

(۸۳) ابن القداح :۔ ان کا نام عبداللہ بن میمون ہے۔

(۸۴) ابن مُسکان :۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔

(۸۵) ابن الندیم :۔ ان کا نام محمد بن اسحاق یا احمد بن ابراہیم ہے۔

(۸۶) ابن نھیک :۔ ان کا نام عبداللہ بن احمد ہے۔

(۸۷) ابن ھمام :۔ ان کا نام محمد یا اسماعیل ہے۔

ان راویوں کا تذکرہ جو نسبت یا لقب سے مشہور ہیں

(۸۸) الاحول :۔ ان کا نام محمد بن علی بن نعمان ہے۔

(۸۹) الاسدی :۔ ان کا نام محمد بن جعفر ہے۔ نیز یہ ان کے بیٹے اور پوتے کا لقب بھی ہے۔

(۹۰) البرقی :۔ ان کا نام محمد بن خالد ہے اور یہی لقب ان کے بیٹے احمد کا بھی ہے۔

(۹۱) البقباق :۔ ان کا نام فضل بن عبدالملک ہے۔

(۹۲) البلالی :۔ ان کا نام محمد بن علی بن بلال ہے۔

(۹۳) التلعکبری :۔ ان کا نام ہارون بن موسیٰ ہے۔

(۹۴) الجلودی :۔ ان کا نام عبدالعزیز ہے۔

(۹۵) الحجال :۔ ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے۔

(۹۶) الحمیری :۔ ان کا نام عبداللہ بن جعفر ہے۔ ان کے بیٹے محمد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۹۷) الخشاب :۔ ان کا نام حسن بن موسیٰ ہے۔

(۹۸) الدوری :۔ ان کا نام احمد بن عبداللہ ہے۔

(۹۹) الدھان:۔ان کا نام محمد بن صالح ہے۔

(۱۰۰) الرازی:۔ان کا نام احمد بن اسحاق یا محمد بن جعفر اسدی ہے۔

(۱۰۱) الکنانی:۔ان کا نام ابراہیم بن نعیم ہے۔

(۱۰۲) المسعودی:۔ان کا نام علی بن الحسین ہے۔مشہور تاریخ مروج الذھب کے مؤلف ہیں۔

(۱۰۳) المنقری:۔ان کا نام سلیمان بن داؤد ہے۔

(۱۰۴) المیثمی:۔ان کا نام احمد بن الحسن بن اسماعیل بن میثم ہے۔

(۱۰۵) النخعی:۔ان کا نام ایوب بن نوح ہے۔

(۱۰۶) النھدی:۔اس سے مراد محمد بن احمد بن خاقان ہیں۔

(۱۰۷) النھیکی:۔اس سے مراد عبداللہ یا عبیداللہ بن نھیک ہیں۔

(۱۰۸) الوشاء:۔اس سے مراد حسن بن علی ہیں۔

(۱۰۹) الوصافی:۔اس سے مراد عبداللہ بن الولید اور ان کا بھائی عبیداللہ اور ان کے والد مراد ہیں۔

(۱۱۰) الیعقوبی:۔اس سے مراد داؤد بن علی ہیں۔

خاتمہ کتاب

حضرت علامہ شیخ محمد بن الحسن بن علی بن محمد الحر العاملی (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ وہ آخری بات ہے جسے میں اپنی (عظیم الشان) کتاب وسائل الشیعہ میں احادیث، فوائد، جمع بین الروایات کے وجوہ اور رجال کے احوال درج کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کی آخری جلد اپنے اختتام کو پہنچی ہے۔ اور اس کے اختتام کے ساتھ ہی یہ کتاب تام وتمام ہوگئی ہے۔ میں نے اس کتاب کی جمع آوری، اس کی ترتیب اور تصحیح میں طویل مدت اور بہت سارے سن و سال صرف کئے ہیں اور میں نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کا معہ ان کے مؤلفین کے ناموں کی تصریح بھی کردی ہے۔ اور میرا طریقہ یہ ہے کہ میں ہر باب میں کتب اربعہ کی احادیث سے ابتداء کرتا ہوں بعد ازاں دوسری کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ پس آپ پر ان احادیث کا تتبع اور مطالعہ کرنا لازم ہے۔ اور صرف اس باب کی حدیثوں کا مطالعہ کرنے پر اکتفا نہ کریں جو تمہارا مطلوب و مدعا ہے بلکہ دوسرے ابواب کی احادیث کا بھی مطالعہ کریں۔

............(چند سطروں کے بعد) فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ وہ رحیم و کریم حساب و کتاب والے دن اس کتاب کی جمع آوری اور ترتیب و تالیف کو موجب اجر وثواب اور وسیلۂ نجاح ونجات قرار دے۔ **والحمد للّٰہ الکریم الوھاب والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و نبینا محمد و آلہ الذین اوتوا الحکمۃ و فصل الخطاب**۔ اور اس کتاب کی تالیف وترتیب سے نصف رجب المرجب ۱۰۸۲ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔

و کتب بیدہ مؤلفہ

محمد بن الحسن الحر

عفا اللہ عنھما

اور یہی استدعا اس جلیل القدر کتاب مستطاب کے احقر مترجم ومحشی کی ہے کہ وہ خدائے رحیم و کریم اس ادنیٰ دینی خدمت کو نہ صرف میری بلکہ میرے والدین، دونوں بہنوں، دونوں بھائیوں، مرحوم بیٹے اور اہلیہ مرحومہ اور دیگر متعلقین ومتوسلین کی نجاتِ دارین اور فلاحِ کونین کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دے اور اس چشمۂ فیض کا فیضان آفتابِ قیامت

کے طلوع ہونے تک جاری وساری رکھے تا کہ سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کے علوم کے تشنگان اس سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہیں اور عملی زندگی سنوارتے رہیں اوراس طرح ہمارے حسنات میں برابراضافہ وازدیاد ہوتا رہے۔ انشاءاللہ۔

انہ قریب مجیب والحمد للّٰہ رب العالمین و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و نبینا محمدؐ و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومینؑ۔

بتاریخ ۱۷ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

بمطابق ۲۳ مئی ۲۰۰۸ء جمعۃ المبارک

بوقت ۱۰ دس بجے شب

یہ ترجمہ بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔

والحمد للّٰہ اوّلاً و آخراً۔